مطالعۂ قرآنِ حکیم کا

منتخب نصاب

حصّہ دوم

نکات برائے درس وتدریس

انجمن خدّام القرآن سندھ، کراچی (رجسٹرڈ)
قرآن اکیڈمی، خیابانِ راحت، درخشاں، ڈیفنس فیز VI، کراچی
فون نمبر: 23 - 5340022، فیکس: 5840009
ای میل: karachi@quranacademy.com
ویب سائیٹ: www.quranacademy.com

presented in pdf format by
www.hamditabligh.net

انتساب

ان باہمت حضرات وخواتین کے نام
جوالفاظِ قرآنی
هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ (یونس: 58)
پریقین کی عملی مثال قائم کرتے ہوئے
اورحدیثِ نبویؐ
خَيْرُ كُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَ عَلَّمَهٗ (بُخارِیؒ)
کوپیشِ نظر رکھتے ہوئے
دنیا کی عارضی لذتوں کے مقابلے میں
آخرت کی ابدی کامیابی کے حصول کے لئے
اپنی بہترین صلاحیتیں
قرآنِ کریم کے سیکھنے اورسکھانے کے لئے
وقف کردیں

فہرست

1 حقیقتِ ایمان

2 درسِ اوّل : سورۃ الفاتحہ

3 درسِ دوم : سورۂ آلِ عمران آیات ۱۹۰ -- ۱۹۵

4 درسِ سوم : سورۂ نور رکوع ۵

5 درسِ چہارم : سورۂ تغابن

6 درسِ پنجم : سورۂ قیامہ

حوالہ جات

☆ ''مطالعۂ قرآنِ حکیم کا منتخب نصاب'' کتابی صورت میں جس میں منتخب نصاب میں شامل تمام مقامات کا متن، ترجمہ اور مختصر تفسیر موجود ہے۔

☆ منتخب نصاب کے تمام مقامات کے مختصر لیکن جامع دروس پر مشتمل الہدیٰ سیریز کے 44 آڈیو کیسٹس

☆ منتخب نصاب کے تمام مقامات کے دروس پر مشتمل الہدیٰ کمپیوٹر CD

☆ منتخب نصاب کے تمام مقامات کے تفصیلی دروس پر مشتمل 98 آڈیو کیسٹس/49 ویڈیو کیسٹس

حقیقتِ ایمان

1- مفہوم :

☆ لغوی :

اٰمِنَ - یَأْمَنُ - اَمْنًا --- امن میں ہونا   اٰمِنٌ --- امن میں ہونے والا

اٰمَنَ - یُؤْمِنُ - اِیْمَانًا --- امن دینا   مُؤْمِنٌ --- امن دینے والا

اٰمَنَ لَه' --- کسی کی بات مان لینا (سرسری طور پر)

اٰمَنَ بِهٖ --- کسی کی تصدیق کرنا (پورے اعتماد و یقین سے)

☆ اصطلاحی :

تَصْدِیْقُ بِمَا جَآءَ بِهِ النَّبِیُّ --- نبی کریمؐ کی لائی ہوئی ہر بات کی تصدیق کرنا۔

2 - ایمان کس پر ؟

☆ ایمانِ مُجمَل :

اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ كَمَا هُوَ بِاَسْمَائِهٖ وَ صِفَاتِهٖ وَقَبِلْتُ جَمِیْعَ اَحْكَامِهٖ

اِقْرَارٌ م بِاللِّسَانِ وَ تَصْدِیْقٌ م بِالْقَلْبِ

☆ ایمانِ مُفَصَّل :

اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْقَدْرِ خَیْرِهٖ وَشَرِّهٖ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَالْبَعْثِ بَعْدَالْمَوْتِ

☆ ایمانیات ثلاثہ :

i - توحید :

ایک ہی ہستی ہے جو ہمیشہ سے ہے ہمیشہ ہی رہے گی۔ وسیع و عریض کائنات کی خالق اور اس کے ہر نظام کو چلانے والی۔ ذات ، صفات اور اختیارات میں یکتا۔ ہر خوبی

درجۂ کمال کے ساتھ اس کی ذات میں موجود ہے۔

ii - آخرت :

عالمِ دنیا ایک طے شدہ مدّت تک ہے پھر ختم ہو جائے گا۔ اس کے بعد عالمِ آخرت شروع ہوگا جس کی مدت لامحدود ہے۔ انسانی زندگی بے حد طویل ہے جو اپنے آغاز یعنی روح کے وجود میں آنے کے بعد دو موتوں اور دو زندگیوں کے سلسلہ پر مشتمل ہے (البقرۃ : 29 ' المومن : 11)۔ دنیا کی زندگی محض ایک کھیل ہے اور اصل زندگی آخرت کی ہے (العنکبوت : 62)۔ موت وحیات کا سلسلہ انسان کے امتحان کے لئے ہے (الملک : 2)۔ امتحان کا نتیجہ روزِ قیامت ظاہر ہوگا۔ کچھ لوگ اس روز کامیاب قرار پائیں گے اور کچھ لوگ ناکام (التَّغابُن : 9 - 10)

iii - رسالت :

امتحان میں کامیابی کے لئے انسان کو نیکی وبدی کا شعور دیا گیا (الدھر : 2- 3) اور اسی کی بناء پر اس سے حساب لیا جا سکتا ہے۔ البتہ یہ رحمتِ خداوندی ہے کہ اس نے کچھ برگزیدہ ہستیوں کو نبوت و رسالت کے منصب پر فائز کیا' ان کے ذریعہ ہدایت بھیجی اور انہیں ایک متوازن عملی نمونہ بنایا تا کہ انسانوں کے پاس بے عملی کا جواز نہ رہے (النساء : 165)۔

☆ ایمانیاتِ ثلاثہ کا ربط واہمیت :

- ایمان باللہ ہی اصل اور بنیادی ایمان ہے اسی لئے ایمان مُجمَل میں اسی کا ذکر ہے۔ باقی ایمانیات اسی کی شاخیں ہیں۔ آخرت کا تعلق اس کی صفت ''العادل'' سے ہے اور رسالت کا تعلق اس کی صفت ''الھادی'' سے ہے۔

- ایمان بالآخرت انسان کے اخلاق وعمل پر سب سے زیادہ اثر انداز ہوتا ہے (العلق : 6 - 8)۔ اس کے بغیر ایمان باللہ محض ذات وصفات کی بحث تک محدود رہتا ہے اور ایمان بالرسالت عشق ومحبت کے زبانی دعوے تک۔

- ایمان بالرّسالت قانونی اعتبار سے اہم تر ہے۔ اُسی کا ایمان مسلّم ہے جو رسالت پر اور رسالت کے ذریعے ملنے والی خبروں پر بیان شدہ تفصیلات کے ساتھ ایمان لائے (البقرہ 8)۔ مثلاً اللہ کو محض خالق تسلیم کر لینا کافی نہیں بلکہ اس پر تمام اسماء وصفات کے ساتھ ایمان لانا ہوگا اور جزا وسزا کا محض اقرار کر لینا کافی نہیں بلکہ روزِ قیامت اور جنت وجہنم کے بارے میں جملہ تفصیلات کو بھی ماننا ہوگا۔

3 - ایمان کے درجات :

☆ قانونی ایمان : اِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ - اسلام

دنیا میں کسی کے صاحبِ ایمان ہونے کا فیصلہ اسی کی بنیاد پر کیا جاتا ہے (النساء : 94' حضرت اسامہؓ کا واقعہ)۔ اسلامی ریاست میں شہریت اور بحیثیت مسلمان تمام حقوق کے حصول کی بنیاد اسی ایمان پر ہے۔ صرف زبان سے اقرار اور دل میں یقین نہیں تو یہ نفاق ہے (مائدہ : 41)

☆ حقیقی ایمان : تَصْدِيْقٌ بِالْقَلْبِ - ایمان

آخرت میں کسی کے صاحبِ ایمان ہونے کا فیصلہ اسی کی بنیاد پر کیا جائے گا کیوں کہ اللہ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ہے (الحجرات : 14)۔ صرف دل میں یقین ہو اور زبان سے اقرار نہیں تو یہ کفر ہے (نمل : 14)۔ لہٰذا آخرت میں حقیقی مومن قرار پانے کے لئے زبانی اقرار اور دل میں یقین' دونوں ضروری ہیں۔

4 - ایمان کا عمل سے تعلق :

☆ قانونی ایمان کا عمل سے کوئی تعلق نہیں۔

اَلْاِيْمَانُ قَوْلٌ وَّلَايَزِيْدُ وَلَا يَنْقُصُ (امام ابو حنیفہؒ)

ایمان قول ہے نہ بڑھتا ہے اور نہ ہی گھٹتا ہے

فاسق وفاجر شخص بھی مسلمان ہے جب تک کسی بنیادی عقیدہ کا منکر نہ ہو۔ بے عمل

مسلمان کو بھی متقی مسلمان کے برابر حقوق ملیں گے۔ اس کا یہ قانونی Status یکساں رہتا ہے۔

☆ حقیقی ایمان اور عمل لازم و ملزوم ہیں۔

اَلاِیْمَانُ قَوْلٌ وَّعَمَلٌ وَیَزِیْدُ وَیَنْقُصُ (امام بخاریؒ)

ایمان قول و عمل کا مجموعہ ہے اور بڑھتا ہے اور گھٹتا ہے

اگر دل میں یقین ہے تو لازماً اس کا ظہور عمل کی صورت میں ہوگا (الحجرات: 8)۔ اس کی وضاحت مندرجہ ذیل احادیث سے ہوتی ہے:

- **لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَا اَمَانَةَ لَه، وَلَا دِیْنَ لِمَنْ لَا عَھْدَلَه،** (بیہقیؒ)
اُس شخص کا کوئی ایمان نہیں جس میں امانت نہیں اور اُس کا کوئی دین نہیں جس میں عہد کی پاسداری نہیں۔
- **وَاللّٰہِ لَا یُؤْمِنُ، وَاللّٰہِ لَا یُؤْمِنُ، وَاللّٰہِ لَا یُؤْمِنُ، قِیْلَ: "مَنْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ؟ قَالَ: "اَلَّذِیْ لَا یَاْمَنُ جَارُہ، بَوَائِقَه، "** (متفق علیه)
اللہ کی قسم وہ مومن نہیں، اللہ کی قسم وہ مومن نہیں، اللہ کی قسم وہ مومن نہیں۔ پوچھا گیا کون اے اللہ کے رسولؐ؟ فرمایا: وہ جس کے ایذا سے اُس کا پڑوسی محفوظ نہ ہو۔
- **لَایَزْنِی الزَّانِیْ حِیْنَ یَزْنِی وَھُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا یَسْرِقُ السَّارِقُ حِیْنَ یَسْرِقُ وَھُوَ مُؤْمِنٌ وَلَایَشْرَبُ الْخَمْرَ حِیْنَ یَشْرَبُھَا وَھُوَ مُؤْمِنٌ** (متفق علیه)
کوئی زانی حالتِ ایمان میں زنا نہیں کرتا اور کوئی چور حالتِ ایمان میں چوری نہیں کرتا اور کوئی شرابی حالتِ ایمان میں شراب نہیں پیتا۔

حقیقی ایمان گھٹتا بھی ہے اور بڑھتا بھی ہے

- اچھی یا بری محفل کے اثرات - اچھے یا برے عمل کے اثرات
- اچھے یا برے مطالعہ / مشاہدے / سماعت کے اثرات

- قرآن کی تلاوت کا اثر (الانفال: 2 ' التوبہ: 124)

☆ ایمان ہی عمل کی روح ہے:

- عمل کا مقصد اللہ کی رضا کا حصول ہونا چاہیئے۔ دکھاوا شرک ہے۔
- عمل کا اجر صرف اور صرف آخرت میں مطلوب ہونا چاہیئے (ریاکار شہید ' عالمِ دین اور انفاق کرنے والے کا آخرت میں انجام - مسلم)
- عمل وہی صالح ہے جو سنت کے خلاف نہ ہوں (بخاری میں تین اشخاص کا واقعہ)

5 - ایمان کا حاصل امن : الانعام: 82 - 83

- اپنے اور کائنات کے بارے میں تمام سوالات کا جواب مل جاتا ہے
- کشمکش حیات میں ہر آن محسوس ہوتا ہے کہ میں اکیلا نہیں میرا ایک زبردست مددگار ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے الفاظ - **لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا** (التوبہ : 40)

حضرت موسیٰؑ کے الفاظ - **اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَھْدِیْنِ** (الشعراء : 62)

- حادثات پر صبر و سکون، جو کیا اللہ نے کیا' ہونا ہی ایسے تھا' نقصان عارضی ہے' اسی میں خیر ہے' صبر پر روز قیامت اجر ملے گا

گویا ایمان کا حاصل ہے - زوالِ خوف و حزن

6 - ایمان کا تقاضا - جہاد فی سبیل اللہ : سورۃ الحجرات: 15

اللہ پر ایمان اور اس سے محبت کا تقاضا ہے کہ اپنی ذات اور خارج میں ہر اس شے کو فروغ دیا جائے جو اُسے پسند ہے اور ہر اس چیز کے خلاف جدوجہد کی جائے جو اسے ناپسند ہے۔

7- حقیقی مومن کون ہے؟

- حقیقی مومن کی باطنی کیفیات --- سورۂ انفال آیت : 2
- حقیقی مومن کی خارجی سرگرمیاں --- سورۂ انفال آیت : 74

8- کیا ہمیں ایمانِ حقیقی حاصل ہے ؟

ہماری اکثریت ایمانِ حقیقی سے محروم ہے!

- اگر ہم مومن ہوتے تو آج دنیا میں غالب ہوتے۔ (آلِ عمران :139)
- **لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنُ ھَوَاہُ تَبَعًا لِّمَا جِئْتُ بِهٖ**

''تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک اس کی خواہشِ نفس اس شریعت کے تابع نہ ہوجائے جو میں لایا ہوں'' (از شرح السنة فی اربعین و مشکوٰۃ)

9- ایمانِ حقیقی کے حصول کے ذرائع :

ایمان ہمارے اندر موجود ہے اسے شعوری سطح پر لانے کا ذریعہ:

- صحبتِ صادقین (التوبہ :119) صادقین کی وضاحت (الحجرات :15)
- سلفِ صالحین کی سیرت کا مطالعہ
- آیاتِ آفاقی پر غور (البقرۃ : 164)
- آیاتِ انفسی پر غور (الذٰریٰت : 21)
- آیاتِ قرآنی پر غور (الحدید :8 ، الانفال :2 ، التوبہ :124)

خوبصورت ایمان کس کا ہے؟

نبی اکرمؐ نے (صحابہ کرامؓ سے) پوچھا سب سے زیادہ خوبصورت ایمان کس کا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا فرشتوں کا۔ آپؐ نے فرمایا وہ ایمان کیوں نہ لائیں جبکہ وہ اپنے رب کے پاس ہیں۔ صحابہؓ نے عرض کیا تو پھر انبیاء کا۔ آپؐ نے فرمایا وہ ایمان کیوں نہ لائیں جبکہ ان پر وحی نازل ہوتی ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا تو پھر ہمارا۔ آپؐ نے فرمایا تم ایمان کیوں نہ لاؤ جبکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں۔ آپؐ نے فرمایا جان لو سب سے خوبصورت ایمان ان لوگوں کا ہوگا جو تمہارے بعد آئیں گے، قرآن کو صفحات میں لکھا ہوا پائیں گے اور اس کی تعلیمات پر ایمان لائیں گے۔ (بیہقیؒ)

درسِ اوّل: سورۃ الفاتحہ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ O بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ O
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ O اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ O مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ O
اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ O اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ O صِرَاطَ
الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۵ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ O

☆ ترجمہ :

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ -- کُل شکر و ثنا اللہ کے لئے ہے جو تمام جہان والوں کا مالک و پروردگار ہے -- **اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ** -- وہ بہت زیادہ اور مسلسل رحم کرنے والا ہے -- **مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ** -- بدلے کے دن کا مالک ہے -- **اِيَّاكَ نَعْبُدُ** -- (اے پروردگار) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور کریں گے -- **وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ** -- اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں اور مانگیں گے -- **اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ** -- ہم کو چلا سیدھے راستے پر -- **صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ** -- راستہ اُن لوگوں کا جن پر تُو نے انعام کیا -- **غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ** -- نہ تو اُن پر ناراض ہوا -- **وَلَا الضَّآلِّيْنَ** -- اور نہ ہی وہ گمراہ ہوئے۔ آمین

☆ تمہیدی نکات :

۱ - منتخب نصاب کے حصّہ دوم کا درسِ اوّل سورۂ فاتحہ پر مشتمل ہے ۔

۲ - نہ صرف ترتیبِ تلاوت بلکہ نزول کے اعتبار سے بھی سورۂ فاتحہ پہلی مکمل سورۃ ہے۔

۳ - اس سورۂ مبارکہ کے کئی نام ہیں جیسے ''الفاتحہ'' (قرآن پاک کی افتتاحی سورۃ)' اُم القرآن (قرآن کی جڑ)' اساس القرآن (قرآن کی بنیاد)' الشافیہ (شفاء دینے والی)' الکافیہ (کفایت کرنے والی)' الوافیہ (پورا کرنے والی)' المناجات (دعا)

۴ - اس سورۂ مبارکہ کی عظمت کے لئے نوٹ فرمائیے:

- سورۂ حجر آیت:87 میں فرمایا گیا ''ہم نے آپ ؐ کو عطا فرمائیں سات (آیات) دھرائی جانے والیاں جو کہ (بذاتِ خود) ایک عظیم قرآن کا درجہ رکھتی ہیں'' ۔
- اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، یہ وہ سورۃ ہے جس کی مثل نہ تورات میں نازل ہوئی، نہ انجیل میں، نہ زبور میں اور نہ ہی قرآن میں اس کی نظیر موجود ہے اور یہ ہی ہے ''سَبۡعٌ مِّنَ الۡمَثَانِی'' اور یہ ہی ہے ''القرآن العظیم '' ہے جو مجھے عطا کیا گیا۔

(ترمذی ۔ مشکوٰۃ باب فضائل القرآن، حدیث:2037)

- '' سورۂ فاتحہ قرآنِ حکیم کی سب سے عظیم سورۃ ہے'' ۔

(بخاری۔ مشکوٰۃ باب فضائل القرآن، حدیث:2016)

- '' سورۂ فاتحہ دو تہائی قرآن کے برابر ہے'' ۔ (بیھقیؒ)
- نبی اکرمؐ کو دو ایسے نور دیے گئے جو آپؐ سے پہلے کسی نبیؑ کو نہیں دیے گئے یعنی سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کی آخری (دو) آیات ۔

(مسلم۔ مشکوٰۃ باب فضائل القرآن، حدیث: 2022)

- سورۂ فاتحہ پورے قرآن حکیم کے لئے مقدمے اور دیباچے کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ ایک دعا ہے اور پورا قرآنِ حکیم جوابِ دعا ہے۔

۵ - سورۂ فاتحہ نماز کا جزو لازم ہے :

لَا صَلٰوۃَ لِمَنۡ لَمۡ یَقۡرَءۡ بِفَاتِحَۃِ الۡکِتَابِ (بخاری)

اس شخص کی نماز ہی نہیں جس نے سورۂ فاتحہ نہ پڑھی ۔

- باجماعت نماز میں مقتدی کے لئے سورۂ فاتحہ پڑھنے کے حوالے سے تین آراء ہیں :
  - صرف امام سورۂ فاتحہ پڑھے گا ۔ (امام ابو حنیفہؒ)
  - مقتدی بھی ہر نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھے گا۔ (امام شافعیؒ)
  - مقتدی صرف سرِّی نمازوں (ظہر و عصر) میں سورۂ فاتحہ پڑھے گا۔ (امام مالکؒ)
- مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی حدیثِ قدسی میں سورۂ فاتحہ ہی کو نماز قرار دیا گیا ہے۔ (حدیث کا متن آخر میں ملاحظہ فرمائیں۔)

۶ - آیات کا تجزیہ :

آیات: 1 - 3	اللہ کے لئے	اللہ کی حمد و ثناء اور بڑائی کا بیان
آیت: 4	اللہ اور بندے کے درمیان عہد و پیمان	
آیات: 5 - 7	بندے کے لئے	بندے کی احتیاج اور دعا

ترازو کی تمثیل از مولانا ابو الکلام آزاد

۷ - سورۂ فاتحہ کا اسلوب دعائیہ ہے لیکن قرآنِ حکیم کے عمومی دعائیہ اسلوب سے مختلف ہے۔ قرآنِ حکیم کا عمومی دعائیہ اسلوب دو طرح کا ہوتا ہے:

i - لفظ قُلۡ کہہ کر دعا کی تلقین کی جاتی ہے جیسے قُلۡ رَّبِّ زِدۡنِی عِلۡمًا (طٰہٰ : 114)

ii - نیک بندوں کا ذکر کر کے ان کی دعا بیان کی جاتی ہے۔ جیسے سورۂ فرقان کی آیت 65 میں عباد الرحمان کی دعا بیان کی گئی ہے :

وَالَّذِیۡنَ یَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَا اصۡرِفۡ عَنَّا عَذَابَ جَھَنَّمَ اِنَّ عَذَابَھَا کَانَ غَرَامًا

سورۂ فاتحہ میں مندرجہ بالا دونوں اسلوب نہیں ہیں۔گویا یہ انسان کی فطرت کی پکار ہے جو آپ سے آپ اس کی زبان پر آ رہی ہے اور اسے اللہ نے الفاظ کا سانچہ عطا فرما دیا ہے:

ے دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

بالکل اسی طرح جیسے حضرت آدمؑ کو جب جنت میں کی گئی خطا پر ندامت ہوئی تو انہیں اظہارِ ندامت کے لئے کلمات اللہ نے سکھائے تھے (بقرہ:37،اعراف: 23)
سورۂ فاتحہ کا نہ صرف اسلوب دعائیہ ہے بلکہ اس سورۃ میں دعا مانگنے کا سلیقہ بتایا گیا ہے یعنی :

i - اللہ کی حمد وثناء کا بیان ii - اللہ کی بندگی کرنے کا اقرار

iii - اپنی بے بسی ولاچارگی کا اعتراف iv - آخر میں اللہ سے عاجزانہ دعا

۸ - سورۂ فاتحہ کا موضوع ہے سلیم الفطرت انسان کے جذبات کی ترجمانی یعنی:

i - غور وفکر کا حاصل (ابتدائی چار آیات):
- منعمِ حقیقی کی پہچان اور اس کے لئے اظہارِ شکر
- نیکی اور بدی کے شعور کی بنیاد پر جزا وسزا کا تصور
- شکر کے نتیجہ کے طور پر منعمِ حقیقی کی عبادت کا اقرار
- اپنی بے بسی ولاچارگی کا اظہار

ii - ضرورت واحتیاج (آخری تین آیات):
- غور وفکر سے حاصل شدہ ایمان کی یقین میں تبدیلی
- نیکی کے لئے متوازن نمونہ
- اجتماعی معاملات میں حقوق و فرائض کے لئے متوازن رہنمائی

اھم نکتہ

'' قرآنِ حکیم کا اولین مخاطب وہ سلیم الفطرت انسان ہے جو غور وفکر کے ذریعہ سورۂ فاتحہ کی ابتدائی چار آیات میں بیان شدہ حقائق تک از خود پہنچ چکا ہو۔یہ انسان سورۂ بقرہ کی آیت : 2 کے حوالے سے متقی ہے جس کے لئے قرآن کتابِ ہدایت ہے اور سورۂ توبہ آیت :100 کے حوالے سے اس کا شمار ''اَلسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ '' میں ہوتا ہے ۔ ایسے لوگ جن کی فطرت پر غلط ماحول اور نفسانیت نے ہلکے سے پردے ڈال دیے ہوتے ہیں، وہ بھی اَلسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ کی پیروی کرکے قرآنِ حکیم سے ہدایت حاصل کرتے ہیں اور سورۂ توبہ آیت :100 کے حوالے سے ''وَاتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ''میں شامل ہوجاتے ہیں۔

البتہ جن لوگوں کی فطرت پر غلط ماحول اور نفسانیت کے دبیز پردے پڑے ہوتے ہیں (مطففین :14)، وہ سورۂ بقرہ آیت :6 کے حوالے سے ان کافروں میں شامل ہوجاتے ہیں جو ہدایتِ قرآنی سے ہمیشہ محروم رہتے ہیں۔

اَعَاذَنَا اللّٰہُ مِنْ ذٰلِکَ

سورۂ فاتحہ پر غور و فکر

☆ پہلی آیت : اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

- **حمد** :
  - حمد= شکر + ثناء (کسی محسن کی ایسی مدح جس میں شکر کے جذبات بھی شامل ہوں۔)
  - قرآنِ حکیم میں یکساں وقفوں سے سورتوں کا آغاز کلمۂ حمد سے ہوتا ہے :

سورۂ فاتحہ ۔سورۂ انعام ۔سورۂ کھف ۔ سورۂ سباء

- نبی اکرمؐ کے اسماءِ مبارکہ کا **حمد** کے ساتھ خاص تعلق جیسے محمدؐ احمدؐ حامدؐ محمودؐ۔
روز قیامت آپؐ مقامِ محمود پر فائز ہوں گے اور اللہ کی **حمد** کا جھنڈا لے کر
اس کی ایسی حمد کریں گے جیسی اس سے قبل نہیں کی تھی۔
- ''اَدْعِیَہ مَاثُورَہ'' میں کلمۂ حمد کی کثرت
- اہلِ جنت کا وظیفہ -- کلمۂ حمد (یونس :10 ، اعراف :43)
- '' اَلتَّسْبِیْحُ نِصْفُ الْمِیْزَانِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ تَمْلَؤُہٗ ''

'' کلمۂ سُبْحَانَ اللّٰہِ '(معرفتِ الٰہی کے بیان کے) میزان کو آدھا بھرتا ہے
اور کلمۂ **اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ** ' اسے پُر کر دیتا ہے۔ (ترمذی)

- **اللّٰہ** :

دو آراء : ۱- اسمِ علم اور جامد --- اسمِ ذات --- باقی تمام نام صفاتی
۲- اِلٰہٌ سے مشتق اَللّٰہُ = اَلْ + اِلٰہٌ

اِلٰـہٌ کے کئی معنی ہیں جیسے وہ ہستی جس کی عبادت کی جائے یا جس کی طرف ضرورت کے وقت لپکا جائے یا جو انسان کو حیرت میں ڈال دے یا جس سے والہانہ محبت ہو یا جو بالکل مخفی ہو (بقول امام رازیؒ سُبْحَانَ الَّذِی اِحْتَجَبَ بِشِدَّۃِ ظُھُوْرِہٖ -- پاک ہے وہ ذات جو اوٹ میں آ گئی اپنے ظہور کی شدت سے)

مندرجہ بالا معانی کا کامل مصداق صرف اللہ ہی ہے

یَـا اَللّٰہُ ظاہر کر رہا ہے کہ لفظ اللہ اسمِ جامد ہے اور اس میں لامِ تعریف موجود نہیں ورنہ یَـا اَیُّھَـا اللّٰـہُ ہوتا۔ اسی طرح وصل کی صورت میں اللہ کے 'ا' کا حذف ہو جانا ظاہر کرتا ہے کہ اللہ اسم جامد نہیں ہے۔ گویا لفظ اللہ ہمارے فہم سے بالا تر ہے۔

- **ربّ** :

مادہ : ر ب ب - مالک ہونا ' بالا دست ہونا ' انتظام کرنا
اِنْشَاءُ الشَّیْءِ حَالًا فَحَالًا اِلٰی حَدِّ تَمَامٍ (امام راغب اصفہانیؒ)
کسی شے کو مختلف احوال سے گزارتے ہوئے ابتداء سے آخری حد تک لے جانا
رَبٌّ : مالک - آقا (یوسف : 23، 42)
ضروریات پوری کرنے والا' پروان چڑھانے والا ' پروردگار' پالن ہار
اللہ تعالیٰ ہی مالکِ حقیقی ہے جو تمام مادی وروحانی ضروریات پوری فرماتا ہے۔

- **عَالَمِیْن** :

مادہ : ع ل م عَلَمَ : نشان لگانا عَلَمٌ : جھنڈا - پہچان کا ذریعہ
عَالَمٌ : جہان - اللہ کی پہچان کا ذریعہ عَالَمٌ کی جمع عَالَمِیْن
عربی زبان میں ظرف سے مراد مظروف بھی ہوتا ہے لہٰذا عَالَمٌ کے دوسرے معنی ہیں جہان والے۔
سلیم الفطرت انسان میں ابتداءً شکر کے جذبات پیدا ہوتے ہیں والدین کے لئے' پھر معاشرے کے دیگر افراد کے لئے' پھر مظاہرِ قدرت کے لئے اور بالآخر اللہ تعالیٰ کے لئے کہ اصلاً وہی رب العالمین ہے۔

☆ دوسری آیت : **اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ**

- **رحمان** :

مادہ : ر ح م فعلان کا وزن - اس وزن کی خاصیت ہے جوش' ولولہ
رحمان کے معنی ہیں بہت رحم کرنے والا۔

➤ رحیم :

مادہ: رح م   فعیل کا وزن - اس وزن کی خاصیت ہے دوام، تسلسل
رحیم کے معنی ہیں مسلسل رحم کرنے والا۔

اللہ تعالیٰ کی شانِ رحمت میں جوش بھی ہے اور دوام بھی (کسی حادثہ کی مثال)

قرآنِ حکیم کے بالکل آغاز میں اللہ کا تعارف ربوبیت و رحمت کی صفات سے کرایا جا رہا ہے۔ گویا اللہ اور بندے کا فطری تعلق خوف کے بجائے محبت کے جذبہ پر استوار ہے۔

☆ تیسری آیت :   مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ

➤ دین :

مادہ: دین لغوی مفہوم بدلہ --- اصطلاحی مفہوم قانون، نظامِ اطاعت، اطاعت

ایک سلیم الفطرت انسان غور و فکر کے ذریعہ اس نتیجہ تک پہنچ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کارخانۂ قدرت میں کوئی شے بے مقصد پیدا نہیں فرمائی۔ البتہ ہمارے باطن میں جو نیکی و بدی کا شعور ہے خارجی نتائج کے اعتبار سے بظاہر با مقصد نظر نہیں آتا۔ نیکی پر ہمیں مسرت اور بدی پر خلش محسوس ہوتی ہے لیکن دنیا میں نیکی کی جزا اور بدی کی سزا اپنی اپنی مناسبت سے نہ ملتی ہے اور نہ مل سکتی ہے۔ گویا یہ دنیا اخلاقی اعتبار سے نامکمل ہے۔ اللہ کی صفاتِ رحمت وعدل اور نیکی و بدی کے حوالے سے ہماری متضاد باطنی کیفیات کے با مقصد ہونے کا تقاضا ہے کہ ایک دن ایسا ہو جس میں نیکو کاروں کو ان کی نیکیوں کے تناسب سے بھرپور انعام اور ظالموں کو ان کی برائیوں کی مناسبت سے بھرپور سزا ملے۔ اس روز کوئی لین دین، سفارش اور رشتہ داری مجرموں کو مکافاتِ عمل سے نہ بچا سکے۔ یہ ہے توحید سے آخرت تک عقلی سفر۔ قرآنِ حکیم

میں ان حقائق کو یوں بیان کیا گیا ہے:

۱- دنیوی زندگی امتحان کے لئے ہے۔ (الملک: 2)

۲- اعمال کا بدلہ روزِ قیامت ملے گا۔ (آلِ عمران: 185)

۳- روزِ قیامت کل اختیار صرف اللہ کے پاس ہوگا۔ (المومن: 16)

۴- روزِ قیامت کوئی تجارت، دوستی اور سفارش کام نہ آئے گی۔ (البقرہ: 254)

☆ چوتھی آیت : اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ

➤ عبادت :

- مادہ: ع ب د   عَبۡدٌ کے معنی ہیں غلام۔
- عبادت کے معنی ہیں غلامی یعنی ہر وقت اور ہر معاملہ میں کسی کی اطاعت کرنا۔
- غلامی اور ملازمت کے فرق پر غور کرنے سے عبادت کا وسیع مفہوم واضح ہوتا ہے۔
- اللہ کی عبادت سے مراد ہے زندگی کے ہر گوشے میں پورے ذوق وشوق کے ساتھ اللہ کی کلی اطاعت کرنا۔ بقول حافظ ابن قیمؒ:

اَلۡعِبَادَۃُ تَجۡمَعُ اَصۡلَیۡنِ غَایَۃَ الۡحُبِّ مَعَ غَایَۃَ الذُّلِّ وَ الۡخُضُوۡعِ

عبادت دو چیزوں کو جمع کرتی ہے یعنی انتہائی درجے کی محبت اور اس کے ساتھ مکمل طور پر عاجزی اختیار کرنا اور خود کو جھکا دینا۔

عبادت = محبتِ قلبی (روح) + اطاعتِ کلی (جسم)

- قرآنِ حکیم میں 33 بار اللہ کی عبادت کرنے کا حکم دیا گیا۔
- قرآنِ حکیم میں اللہ کی عبادت کو جن و انس کا مقصدِ تخلیق قرار دیا گیا۔

(الذاریات: 56)

زندگی آمد برائے بندگی   زندگی بے بندگی شرمندگی

- ہر نبیؑ نے اپنی قوم کو اور نبی اکرم ؐ نے پوری نوعِ انسانی کو اللہ کی عبادت کرنے کا حکم دیا۔ (الاعراف : 59، 65، 73، 85 ' البقرۃ : 21)
- عبادت کو محض عبادات سمجھ لینا عبادت کا عبادت کا نہ صرف محدود بلکہ مسخ شدہ تصور ہے۔ (یٰس : 60 ' البینہ : 5)

استعانت :

مادہ : ع و ن مدد مانگنا ' تعاون طلب کرنا۔

عبادت اور استعانت کا تعلق :

اَلدُّعَآ ءُ مُخُّ الْعِبَادَۃِ دعا عبادت کا مغز ہے (ترمذی)

اَلدُّعَآءُ ھُوَ الْعِبَادَۃِ دعا ہی اصل عبادت ہے (ترمذی)

بغیر اللہ تعالیٰ کی استعانت کے عبادت ممکن نہیں ---- مسنون دعا ہے :

اَللّٰھُمَّ اَعِنِّی عَلٰی ذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ (نسائی ، ابوداؤد)

اے اللہ میری مدد فرما اپنے ذکر، اپنے شکر اور اپنی اچھی عبادت کے لئے

آیت 4 کی خصوصی اھمیت :

- پہلی تین آیات میں اللہ کا ذکرِ غیابی ہے لیکن اس آیت میں ذکرِ خطابی یعنی اللہ سے براہِ راست ہمکلام ہونے کا بیان ہے۔ (اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ)
- پہلی تین آیات میں توحید نظری کا اور اس آیت میں توحید عملی کا بیان ہے۔
- ضمیرِ مخاطب '' ك '' کو مقدم کرکے شرک کی زوردار نفی کی گئی ہے۔
- اس آیت میں جذبۂ شکر کے عبادت میں ڈھلنے کا بیان ہے۔
- فعل مضارع کے اعتبار سے اس آیت کے دو تراجم کیے جاسکتے ہیں :

۱- ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں (ایک دعویٰ)

۲ - ہم تیری ہی عبادت کریں گے اور تجھ ہی سے مدد مانگیں گے (ایک وعدہ)

اھم نکتہ

عالم ظاہری میں غیر اللہ سے استعانت طلب کرنا جائز ہے کیوں کہ اللہ اِس عالم سے ماوراء یعنی بالاتر ہے۔ البتہ صرف اللہ کے اِذن سے ہی کوئی مدد کرسکتا ہے لہٰذا ضروری ہے کہ توکل صرف اللہ ہی پر ہو اور استعانت کی طلب خوشامد کی شکل اختیار نہ کرے۔ ہمارے اعتبار سے اللہ عالم غیب میں ہے لہٰذا اُس عالم میں غیر اللہ سے استعانت طلب کرنا شرک ہے۔

☆ پانچویں آیت : اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ

ھدایت :

مادہ : ھ د ی ہدایت کا مفہوم ہے راہ نمائی جس کی تین صورتیں ممکن ہیں :

۱ - سمجھا دینا ۲ - اشارہ کردینا ۳ - ساتھ لے جا کر منزل تک پہنچا دینا۔

سورۂ فاتحہ میں ہدایت کی تیسری صورت کا ذکر ہے ۔

- انسان زندگی کے آخری سانس تک ہدایت کا محتاج ہے کیوں کہ ہدایت کے بھی کئی درجات ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

وَالَّذِیْنَ اھْتَدَوْ زَادَھُمْ ھُدًی (محمد ؐ :17)

- حصولِ ہدایت کا یقینی ذریعہ ہے اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا (العنکبوت : 69)

اقسامِ ھدایت :

۱ - فکری : فطرتِ انسانی میں ودیعت شدہ ہے۔ انبیاء کے ذریعہ یقین کا حصول اور اُمورِ غیبی کی تفصیل معلوم ہوتی ہے۔

۲ - عملی : انفرادی سطح پر نیکی اور بدی کا شعور فطرتِ انسانی میں موجود ہے (دھر :3 ، شمس :8)۔ انبیاء اسی کا ایک عملی اور متوازن نمونہ ہوتے ہیں۔

اجتماعی معاملات میں انسان کلی طور پر ہدایت کا محتاج ہے۔ مثلاً :

۱ - عورت اور مرد کے درمیان حقوق و فرائض کا صحیح تعین

۲ - فرد اور اجتماعیت کے درمیان تعلق میں اعتدال

۳ - امیر اور مامورین کے درمیان حقوق و فرائض کا صحیح تعین

۴ - سرمایہ اور محنت کے درمیان متوازن نسبت

تکمیل دین دراصل اجتماعی معاملات کے ضمن میں تکمیل ہدایت ہے۔

- ہدایت کی احتیاج ہی دراصل وحی نبوت یعنی ایمان بالرسالت کی عقلی بنیاد ہے۔ انسان کی عقل غور و فکر کرتے کرتے تھک جاتی ہے اور انسان خود کو بے بس پا کر اللہ کے سامنے گھٹنے ٹیک کر مزید راہ نمائی کے لئے ہاتھ پھیلانے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ نبی اکرمؐ (الضحیٰ :7)، حضرت سلمان فارسیؓ، ورقہ بن نوفل، زید بن عمرو بن نفیل اور گوتم بدھ کی مثالیں اس حقیقت پر شاہد ہیں۔

صراطِ مستقیم :

- صراط کے معنی ہیں راستہ اور مستقیم یعنی سیدھا ہونا اس کی صفت ہے۔ صراطِ مستقیم کو قرآنِ حکیم میں الصراط السّوی (طٰہٰ :135) اور سواء السّبیل (القصص :22) بھی کہا گیا ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ نبی اکرمؐ نے زمین پر ایک نقشہ بنا کر صراطِ مستقیم کی وضاحت فرمائی جو سیدھا جنت میں لے جائے گا اور دیگر متفرق راستوں کی نشاندہی فرمائی جو جہنم میں لے جانے والے ہیں۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے سورۂ انعام کی آیت 153 کی تلاوت فرمائی۔ یہ نقشہ تفہیم القرآن، جلد اوّل، سورۂ مائدہ، حاشیہ 35 میں

ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

- سورۂ انعام آیت :161 میں صراطِ مستقیم کی وضاحت دو اصطلاحات کے ذریعے کی گئی ہے :

۱ - دینِ قیم ---- البینہ : 5 نظری وضاحت

۲ - ملۃِ ابراہیم ---- البقرہ :130-131 عملی وضاحت

☆ چھٹی آیت : صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ

- **مُنْعَمْ عَلَيْهِمْ** :

وہ لوگ جن پر اللہ نے انعام فرمایا (نساء : 69) :

۱ - انبیاء۔ اللہ کے چنے ہوئے بندے -- نبوت کا سلسلہ ختم ہو چکا۔

۲ - صدیقین -- ENTROVERTS - جن کا مزاج غور و فکر کرنے والا ہو۔

۳ - شہداء -- EXTROVERTS - جن کے مزاج میں جوش اور حرکت ہو۔

۴ - صالحین -- نیک لوگ جو محنت سے صدیق و شہید کا درجہ پاتے ہیں۔

بعض رسول مزاج کے اعتبار سے صدیق تھے -- حضرت ابراہیمؑ (مریم : 41) اور بعض شہید -- حضرت موسیٰؑ (مریم :51)۔ نبی اکرمؐ بیک وقت صدیق بھی تھے اور شہید بھی (EMBIVERTS)۔

☆ ساتویں آیت : غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ

- **مَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ** :

اس سے مراد ایسے لوگ ہیں جن پر اللہ نے انعام فرمایا لیکن انہوں نے جان بوجھ کر ایسے برے اعمال کیے کہ اللہ ان سے ناراض ہو گیا۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ

مَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ سے مراد یہود ہیں (مسند احمد)۔سورۃ البقرہ آیات 61 اور 90 اور سورہ ٔ آل عمران آیت 112 سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔موجودہ دور میں ہم مسلمان مَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ کی عبرت ناک تصویر ہیں۔اللہ ہم پر رحم فرمائے۔آمین

➤ **ضَآلِّیْن :**

یہ ضال کی جمع ہے جس سے مراد ایسے لوگ ہیں جو گمراہ یعنی راہِ حق سے دور ہوں۔ حدیثِ نبویؐ ہے کہ ضالین سے مراد عیسائی ہیں (مسند احمد)۔عیسائی بعض مغالطوں کی وجہ سے راہِ حق سے دور ہوگئے۔محبت کے غلو میں حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا قرار دے دیا (التوبہ : 30)اور عمل کے غلو میں رہبانیت اختیار کرلی (الحدید :27)۔ قرآنِ حکیم میں راہِ حق کے متلاشی کو بھی ضال کہا گیا ہے۔اسی معنی میں یہ لفظ سورۃ الضحٰی: آیت 7 میں نبی کریمؐ اور سورۃ الشعراء: آیت 20 میں حضرت موسیٰؑ کے لئے آیا ہے۔

سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے اختتام پر آمین کہنا مسنون ہے۔اس کے معنی ہیں ''ایسا ہی ہو''۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے :

''جس کی آمین فرشتوں کی آمین سے مل گئی اس کے پچھلے گناہ معاف کردیے گئے''۔

(بخاری)

ایک ایمان افروزحدیثِ قدسی

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ اِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی قَسَمْتُ الصَّلٰوةَ بَيْنِیْ وَبَيْنَ عَبْدِیْ نِصْفَيْنِ فَنِصْفُهَا لِیْ وَنِصْفُهَا لِعَبْدِیْ وَلِعَبْدِیْ مَا سَاَلَ اِذَا قَالَ الْعَبْدُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ قَالَ اللّٰهُ حَمِدَنِیْ عَبْدِیْ وَاِذَا قَالَ

اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ قَالَ اللّٰهُ اَثْنٰی عَلَیَّ عَبْدِیْ وَاِذَا قَالَ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ قَالَ مَجَّدَنِیْ عَبْدِیْ وَاِذَا قَالَ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ قَالَ هٰذَا بَيْنِیْ وَ بَيْنَ عَبْدِیْ وَلِعَبْدِیْ مَا سَاَلَ فَاِذَا قَالَ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ قَالَ هٰذَا لِعَبْدِیْ وَلِعَبْدِیْ مَا سَاَلَ (مسلم)

ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے سنا رسول اللہؐ کو وہ ارشاد کر رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان دو حصّوں میں تقسیم کردیا ہے۔ اس کا نصف حصہ میرے لیے ہے اور نصف میرے بندے کے لئے ہے اور میرے بندہ کو وہ عطا کیا گیا جو اس نے مانگا۔جب بندہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کہتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے میرا شکریہ ادا کیا اور جب وہ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کہتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میری تعریف بیان کی ہے اور جب وہ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کہتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میری بڑائی بیان کی اور جب بندہ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کہتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا یہ حصہ میرے اور میرے بندے کے درمیان مشترک ہے اور میں نے اپنے بندے کو وہ عطا کیا جو اس نے مانگا۔پھر جب بندہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ -- صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ -- غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ -- وَلَا الضَّآلِّيْنَ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ میرے بندے کے لئے ہے اور میرے بندہ کو وہ عطا کیا گیا جو اس نے مانگا۔

افلاک سے آتا ہے نالوں کا جواب آخر
اٹھتے ہیں حجاب آخر کرتے ہیں خطاب آخر

درسِ دوم: سورۂ آلِ عمران آیات 190-195

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ O بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِO
اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی
الْاَلْبَابِOاَلَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ
وَیَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ج رَبَّنَامَاخَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلاً ج
سُبْحٰنَكَ فَقِنَاعَذَابَ النَّارِ O رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْاَخْزَیْتَهٗ ط
وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ Oرَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ اَنْ
اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ق رَبَّنَافَاغْفِرْلَنَاذُنُوْبَنَاوَكَفِّرْعَنَّا سَیِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَامَعَ
الْاَبْرَارِO رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَاوَعَدْتَّنَاعَلٰی رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَایَوْمَ
الْقِیٰمَةِ ط اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ Oفَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّیْ لَآ اُضِیْعُ
عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰی ج بَعْضُكُمْ مِّنْ م بَعْضٍ ج فَالَّذِیْنَ
هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا
لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ج
ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِO

☆ ترجمہ :

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ -- بے شک آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں -- وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ -- اور شب و روز کے فرق اور بدلنے میں --

لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ -- یقیناً عقل مندوں کے لئے نشانیاں ہیں -- اَلَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ -- جو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے (ہر حال میں) اللہ کو یاد کرتے ہیں -- وَیَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ -- اور آسمان اور زمین کی تخلیق پر غور کرتے ہیں -- رَبَّنَامَاخَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلاً -- (اور کہتے ہیں کہ) اے ہمارے رب تو نے یہ سب بے مقصد نہیں بنایا -- سُبْحٰنَكَ فَقِنَاعَذَابَ النَّارِ -- تو پاک ہے پس بچا لے ہمیں آگ کے عذاب سے -- رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْاَخْزَیْتَهٗ -- اے ہمارے رب جس کو تو نے آگ میں ڈالا اُسے تو رُسوا کر دیا تُو نے -- وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ -- اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں -- رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ -- اے ہمارے رب ہم نے ایک پکارنے والے کو سنا جو ایمان کے لئے پُکار رہا تھا -- اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ -- کہ ایمان لاؤ اپنے رب پر -- فَاٰمَنَّا -- تو ہم ایمان لے آئے -- رَبَّنَافَاغْفِرْلَنَاذُنُوْبَنَا -- اے ہمارے رب ہمارے گناہ معاف فرما -- وَكَفِّرْعَنَّا سَیِّاٰتِنَا -- اور ہماری بُرائیوں کو ہم سے دور فرما -- وَتَوَفَّنَامَعَ الْاَبْرَارِ -- اور ہم کو دنیا سے نیک بندوں کے ساتھ اُٹھا -- رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَاوَعَدْتَّنَا عَلٰی رُسُلِكَ -- اے ہمارے رب ہمیں عطا فرما وہ سب جس کا تو نے ہم سے وعدہ کیا اپنے پیغمبروں کے ذریعے -- وَلَا تُخْزِنَایَوْمَ الْقِیٰمَةِ -- اور قیامت کے دن ہمیں رسوا نہ کرنا -- اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ -- بے شک تو اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا -- فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ -- پس قبول کر لیا اُن کے رب نے

اُن کی دعا کو -- اَنِّیْ لَآ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْکُمْ -- (اور فرمایا) میں کسی عمل
کرنے والے کے عمل کو ضائع نہیں کرتا -- مِّنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی -- خواہ وہ مرد ہو یا
عورت -- بَعْضُکُمْ مِّنْ ۢ بَعْضٍ -- تم ایک دوسرے کی جنس میں سے ہو --
فَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا -- تو جن لوگوں نے ہجرت کی -- وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ
-- اور جو اپنے گھروں سے نکالے گئے -- وَاُوْذُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ -- اور ستائے
گئے میرے راستے میں -- وَقٰتَلُوْا -- اور انہوں نے جنگ کی -- وَقُتِلُوْا --
اور قتل کیے گئے -- لَاُکَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ -- میں ضرور ان کے گناہ دُور کر
دوں گا -- وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ -- اور اُن کو ضرور
داخل کروں گا اُن باغات میں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں -- ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ
اللّٰهِ -- یہ بدلہ ہے اللہ کے پاس سے -- وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ -- اور
اللہ کے پاس بہترین بدلہ ہے۔

☆ تمہیدی نکات:

۱- منتخب نصاب کے حصّہ دوم کا درسِ دوم سورۂ آلِ عمران کی آیات 190 تا 195 پر مشتمل ہے۔

۲- قرآنِ حکیم کی طویل سورتوں میں سے اکثر کے آغاز واختتام پر انتہائی اہم مضامین بیان ہوئے ہیں۔ سورۂ آلِ عمران کی آیات 190 تا 195 بھی انتہائی اہم مضامین پر مشتمل ہیں۔ ان آیات کی عظمت حسبِ ذیل دو روایات میں بیان ہوئی ہے:

i - ابنِ کثیرؒ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے کہ جس رات یہ آیات نازل ہوئیں اُس رات نبی اکرمؐ پر رقت کی کیفیت طاری رہی۔

ii - موطا امام مالکؒ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرمؐ ہر شب بیدار ہونے کے بعد ان آیات کی تلاوت فرماتے تھے۔

۳- ان آیات کا موضوع ہے حصولِ ایمانِ حقیقی اور اس کا خارجی مظہر۔ ایمان باللہ فطرت کی روشنی میں آیاتِ آفاقی وانفسی پر غور کر کے حاصل ہوتا ہے۔ ایمان بالآخرت اس حقیقت کے ادراک سے حاصل ہوتا ہے کہ اللہ کی ہر تخلیق بامقصد ہے لہٰذا نیکی اور بدی کا ودیعت شدہ شعور جس کا نتیجہ اس دنیا میں نہیں نکلتا ایک ایسے روز نتیجہ خیز ہوگا جسے یوم الآخرت کہا جاتا ہے۔ ایمان بالرسالت یعنی رسولوں کی دعوت پر لبیک کہنے سے ایمان کی تکمیل ہوجاتی ہے۔ ایمانِ حقیقی کا خارجی مظہر اللہ کے دین کے غلبے کے لئے ہجرت، جہاد اور تکالیف پر صبر کی صورت میں نظر آتا ہے۔

۴- ان آیات میں ایمانِ حقیقی کے شعوری پہلو کا تذکرہ ہے۔ غیر شعوری ایمانِ حقیقی کو موروثی یا تقلیدی ایمان کہتے ہیں۔ شعوری ایمانِ حقیقی کو اکتسابی ایمان کہتے ہیں۔

شعوری ایمانِ حقیقی = ایمانِ عقلی + ایمانِ سمعی

ایمانِ عقلی آیاتِ آفاقی وانفسی پر غور وفکر اور ایمانِ سمعی نبیؐ کی دعوت پر لبیک کہہ کر حاصل ہوتا ہے۔

۵- آیات کا تجزیہ:

آیت 190: توحیدِ باری تعالیٰ

(کائنات پر غور وفکر سے فطرت میں ودیعت شدہ حقائق کی شعور کی سطح پر آگہی اور ایمان باللہ تک رسائی)

آیات : 191 - 192 : ایمان بالآخرت

(توحید سے آخرت تک عقلی سفر)

آیات : 193 - 194 : ایمان بالرسالت اور جامع دعائیں

(نبی کی دعوت پر لبیک)

آیت : 195 : ایمانِ حقیقی کے عملی مظاہر کا خارجی رخ

آیات پر غور وفکر

☆ آیت : 190 :

- اختلاف کے معنی ہیں ایک دوسرے کے پیچھے آنا یا مزاج میں فرق ہونا۔
- آیت کے معنی ہیں نشانی یعنی ایسی شے جس کو دیکھ کر بغیر کسی ارادی کوشش کے ذہن کسی دوسری شے کی طرف منتقل ہو جائے۔ کسی دوست کی تحفہ کے طور پر دی ہوئی نشانی انسان کے علم میں اضافہ نہیں کرتی بلکہ اس دوست کی یاد دلاتی ہے۔
- اولوالالباب میں لفظ الباب جمع ہے لُبّ کی جس کے معنی ہیں کسی شے کا خلاصہ یا مغز۔ انسانی وجود کا خلاصہ عقل وشعور ہے۔ اصطلاحی طور پر لُبّ عقلِ سلیم کو کہتے ہیں۔ اولوالباب کے معنی ہیں عقلِ سلیم رکھنے والے۔ قرآنِ حکیم میں یہ الفاظ اللہ کے محبوب بندوں کے لئے آئے ہیں۔ (البقرہ :269 ' الزمر :18)
- آیت 190 میں لفظ ''آیت'' اس مفہوم کو ظاہر کر رہا ہے کہ معرفتِ الٰہی انسان کی فطرت میں مضمر ہے اور وجودِ باری تعالیٰ کے ثبوت کے لئے کسی منطقی دلیل کی ضرورت نہیں۔ البتہ فطرت پر بھول، غفلت یا ماحول کے اثرات کی وجہ سے پردے

پڑ جاتے ہیں۔ آیاتِ آفاقی' آیاتِ انفسی اور آیاتِ قرآنی پر غور وفکر ان پردوں کو اٹھاتا ہے اور خوابیدہ حقائق کو بیدار (Activate) کر کے شعور کی سطح پر لاتا ہے۔ اس عمل کو تذکیر یعنی یاد دہانی کہتے ہیں۔

(الغاشیہ :17- 26 ' حم السجدہ :53 ' الذاریات :20-21)

حق مری دسترس سے باہر ہے
حق کے آثار دیکھتا ہوں میں

رداءِ لالہ و گل پردہ ء ماہ و انجم
جہاں جہاں وہ چھپے ہیں عجیب عالم ہے

معمور ہو رہا ہے عالم میں نور تیرا
از مہ تا بہ ماہی سب ہے ظہور تیرا

- آیت 190 کی وضاحت مندرجہ ذیل حدیثِ قدسی سے ہوتی ہے :

كُنتُ كَنزًا لا اُعرَفُ فَاَحبَبتُ اَن اُعرَفَ وَخَلَقتُ خلقًا

میں ایک مخفی خزانہ تھا، پہچانا نہیں جاتا تھا پھر میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں اور میں نے کائنات تخلیق کی (الجامع الصغیر از امام سیوطیؒ)

- مولانا رومؒ نے اس حقیقت کو ایک سنگتراش کی حکایت سے واضح کیا ہے۔
- آیت 190 کی انتہائی عمدہ تفسیر سورۂ بقرہ کی آیت 164 ہے۔ اس آیت میں اولوالالباب کو قَومٌ یَّعقِلُون یعنی عقل مند لوگ کہا گیا ہے۔

☆ آیات : 191-192 :

- ذکر کے معنی ہیں اِستِحضَارُ اللّٰہِ فِی الْقَلْبِ یعنی دل میں اللہ کو حاضر رکھنا۔

معرفتِ رب کے حصول کے بغیر انسان اور کائنات کی تخلیق، مقصد، آغاز، انجام اور خالق سے تعلق کے بارے میں سوالات انسان کو بے چین کر دیتے ہیں اور انسان کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ :

سنی حکایتِ ہستی تو درمیاں سے سنی
نہ ابتداء کی خبر اور نہ انتہاء معلوم

(ریل میں سفر کے دوران ایسے حادثہ سے پیدا ہونے والی بے چینی کی مثال جس میں انسان کی یاداشت باقی نہ رہے)

معرفتِ رب کے حصول سے اس کائنات کی الجھی ہوئی ڈور کا سرا اولوالالباب کے ہاتھ آجاتا ہے اور وہ ہر حال میں رب کا ذکر کر کے اسے تھامے رہتے ہیں تاکہ کائنات کی بقیہ گتھیوں کو بھی سلجھا سکیں۔

- فکر کے معنی ہیں اِستِحضَارُ الْمَعْرِفَتَیْنِ لِحُصُوْلِ الْمَعْرِفَۃِ الْاُخْرٰی یعنی دو چیزوں کو سامنے رکھ کر تیسری چیز اخذ کرنا۔
- ذکر اور فکر سلوکِ قرآنی کے دو اجزاء ہیں اور انسانی زندگی کے پیچیدہ مسائل کے حل تک رسائی ان دونوں کے بغیر ناممکن ہے بقول مولانا روم :

ایں قدر گفتیم باقی فکر کن
فکر اگر جامد بود، رَو ذکر کن
ذکر آرد فکر را در اہتزاز
ذکر را خورشید ایں افسردہ ساز

اور بقول اقبال :

جز بہ قرآں ضیغمی روباہی است
فقرِ قرآں اصلِ شاہنشاہی است
فقرِ قرآں ؟ اختلاطِ ذکر و فکر
فکر را کامل نہ دیدم جز بہ ذکر

اس دور کا المیہ ہے کہ اصحابِ فکر ذکر سے غافل اور اہلِ ذکر تفکر سے دور ہیں۔

- ذکر اور فکر کے نتیجہ میں کائنات کی ہر شے کی تخلیق بامقصد نظر آتی ہے :

برگِ درختانِ سبز در نظرِ ہوشیار
ہر ورقے دفتریست معرفتِ کردگار

البتہ نیکی اور بدی کے داخلی شعور کے برعکس خارج میں نیکی مظلوم اور بدی غالب دکھائی دیتی ہے۔ نیکی اور بدی کے داخلی شعور کے بامقصد ہونے کا تقاضا ہے کہ مکافاتِ عمل ہو یعنی نیکی کا بھرپور بدلہ اور بدی کی بھرپور سزا ملے۔

قرآنِ حکیم میں اس حقیقت کو مندرجہ ذیل آیات میں بیان کیا گیا:

(مومنون: 115، قیامہ: 36، ص: 28، قلم: 35-36، انفطار: 13-14)

- ان آیات کی رُو سے اصل رسوائی قیامت کی رسوائی ہے اور ظالموں کے لئے کوئی مددگار یعنی دوست یا شفاعت کرنے والا نہ ہوگا۔ شفاعتِ باطلہ کی یہ نفی، اللہ کی صفتِ عدل کا اظہار ہے۔

☆ آیات: 193-194 :

- معرفتِ الٰہی اور قانونِ مکافاتِ عمل کے تصور تک غور وفکر کے ذریعہ رسائی حاصل کرنے والوں تک جب کسی نبیؐ کی دعوتِ ایمان پہنچتی ہے تو یہ لوگ والہانہ انداز میں اس پر لبیک کہتے ہیں۔(ابوبکر صدیقؓ کی مثال)

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

نکلی تو ہے لبِ اقبال سے، کیا جانیے کس کی ہے یہ صدا
پیغامِ سکوں پہنچا بھی گئی دل محفل کا تڑپا بھی گئی

یہ درحقیقت صدیقین کی شان ہے۔ایمان کی اس تکمیل کے نتیجہ میں ان کے اندر پیدا ہونے والے ایمان افروز جذبات واحساسات کو الفاظ کا جامہ پہنا کر ان آیات میں ایک عظیم دعا کی صورت دے دی گئی ہے۔

رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ۝ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۝

☆ آیت: 195 :

- اولوالالباب کا شعوری ایمان دعا ومناجات سے آگے بڑھ کر زندگی کا متحرک نظریہ بن جاتا ہے اور وہ حق کی بالادستی کے لئے ہجرت، جہاد، ایثار وقربانی اور صبر واستقامت کا مظاہرہ کرتے ہوئے نقدِ جان ہتھیلی پر رکھ کر میدان میں آجاتے ہیں۔انہیں سے اللہ نے اجر وثواب کے انتہائی پختہ وعدے (فعل مضارع کے شروع میں ل اور آخر میں نونِ مشدّد لاکر) کیے ہیں۔
- ''بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ'' کے الفاظ اس بات کا اظہار ہیں کہ مرد کی طرح عورت کا

بھی ایک جداگانہ اور آزاد اخلاقی تشخص ہے۔مرد کو بحیثیت شوہر بیوی پر صرف خاندان کے نظام کو چلانے کے لئے ایک درجہ فضیلت حاصل ہے۔بحیثیت انسان مرد اور عورت دونوں برابر ہیں۔دونوں کے لئے عمل کرنے اور آخرت میں بلند مراتب کے حصول کے یکساں امکانات ہیں۔ممکن ہے کہ آخرت میں کوئی عورت اپنے اعمالِ صالحہ کی وجہ سے اپنے شوہر سے بلند درجات حاصل کرلے۔

- ''ہجرت'' اور گھروں سے اخراج جو بظاہر ہم معنی نظر آتے ہیں یہاں ایک ہی آیت میں جمع کردیئے گئے ہیں۔اس سے نتیجہ نکلتا ہے کہ یہاں لفظ ''ہجرت'' اپنے وسیع تر مفہوم میں استعمال ہوا ہے۔ارشادِ نبوی ہے: اَلْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهُ (مہاجر وہ جوان تمام چیزوں کو چھوڑ دے جن سے اللہ اور اس کے رسولؐ نے منع فرمایا ہے۔متفق علیہ)۔اسی طرح آپؐ سے دریافت کیا گیا:''اَىُّ الْهِجْرَةِ اَفْضَلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِؐ''(کون سی ہجرت سب سے افضل ہے اے اللہ کے رسولؐ) آپؐ نے فرمایا ''اَنْ تَهْجُرَ مَا كَرِهَ رَبُّكَ''(تم ہر اس عمل کو چھوڑ دو جو تمھارے رب کو ناپسند ہے - نسائی)۔گویا جب اپنے رب سے جڑنا ہے تو بتدریج ہر اس چیز سے کٹ جاؤ جو رب کو ناپسند ہے، حتیٰ کہ اگر گھر اور وطن کو خیر باد کہنا پڑے تو یہ بھی کر گزرو۔اس مقام پر مندرجہ ذیل حدیث کا حوالہ بھی مناسب رہے گا:

اٰمُرُكُمْ بِخَمْسٍ بِالْجَمَاعَةِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَالْهِجْرَةِ
وَالْجِهَادِ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (ترمذی، مسند احمد)

''میں تمہیں پانچ باتوں کا حکم دیتا ہوں جماعت اختیار کرنے کا، سننے کا،
اطاعت کرنے کا، ہجرت کرنے کا اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کا''

اپنی صلاحیتیں اللہ کے لئے لگاؤ، وہ بہترین قدردان اور اعلیٰ ترین بدلہ دینے والا ہے۔

درسِ سوم : سورۂ نور رکوع : 5

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ O بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِO

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَا مِصْبَاحٌ ط اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَۃٍ ط اَلزُّجَاجَۃُ کَاَنَّھَا کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ یُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ زَیْتُوْنَۃٍ لَّا شَرْقِیَّۃٍ وَّلَا غَرْبِیَّۃٍ لا یَّکَادُ زَیْتُھَا یُضِیْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْہُ نَارٌ ط نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ ط یَھْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ ط وَیَضْرِبُ اللّٰہُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ط وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌO فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنْ تُرْفَعَ وَیُذْکَرَ فِیْھَا اسْمُہٗ لا یُسَبِّحُ لَہٗ فِیْھَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ Oرِجَالٌ لَّا تُلْھِیْھِمْ تِجَارَۃٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وَاِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَ اِیْتَآءِ الزَّکٰوۃِ ص یَخَافُوْنَ یَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِیْہِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُO لِیَجْزِیَھُمُ اللّٰہُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَیَزِیْدَھُمْ مِّنْ فَضْلِہٖ ط وَاللّٰہُ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍO وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَعْمَالُھُمْ کَسَرَابٍ م بِقِیْعَۃٍ یَّحْسَبُہُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ط حَتّٰٓی اِذَا جَآءَہٗ لَمْ یَجِدْہُ شَیْئًا وَّوَجَدَ اللّٰہَ عِنْدَہٗ فَوَفّٰہُ حِسَابَہٗ ط وَاللّٰہُ سَرِیْعُ الْحِسَابِO اَوْ کَظُلُمٰتٍ فِیْ بَحْرٍ لُّجِّیٍّ یَّغْشٰہُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِہٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِہٖ سَحَابٌ ط ظُلُمٰتٌ م بَعْضُھَا فَوْقَ بَعْضٍ ط اِذَآ اَخْرَجَ یَدَہٗ لَمْ یَکَدْ یَرٰھَا ط وَمَنْ لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰہُ لَہٗ نُوْرًا فَمَا لَہٗ مِنْ نُّوْرٍO

☆ ترجمہ :

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ -- اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے -- مَثَلُ نُوْرِہٖ -- اس کے نور کی مثال ایسی ہے -- کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَا مِصْبَاحٌ -- گویا ایک طاق ہے جس میں ایک چراغ ہے -- اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَۃٍ -- چراغ ایک قندیل میں ہے -- اَلزُّجَاجَۃُ کَاَنَّھَا کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ -- قندیل ایسی ہے جیسے کوئی چمکتا ہوا ستارا -- یُوْقَدُ مِنْ شَجَرَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ زَیْتُوْنَۃٍ -- وہ (چراغ) جلایا جاتا ہے ایک مبارک درخت (کے تیل) سے یعنی زیتون سے -- لَا شَرْقِیَّۃٍ وَّلَا غَرْبِیَّۃٍ -- جو نہ مشرق کی طرف ہے نہ مغرب کی طرف -- یَکَادُ زَیْتُھَا یُضِیْٓءُ -- اُس کا تیل جلنے کو تیار ہے -- وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْہُ نَارٌ -- خواہ اُسے آگ نے چھوا بھی نہ ہو -- نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ -- روشنی پر روشنی ہے -- یَھْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ -- اللہ اپنے نور کی ہدایت جس کو چاہتا ہے دیتا ہے -- وَیَضْرِبُ اللّٰہُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ -- اور اللہ مثالیں بیان فرماتا ہے لوگوں کے لئے -- وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ -- اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے -- فِیْ بُیُوْتٍ -- ان گھروں میں -- اَذِنَ اللّٰہُ اَنْ تُرْفَعَ -- جن کے بارے میں اللہ نے فرمایا کہ بلند کئے جائیں -- وَیُذْکَرَ فِیْھَا اسْمُہٗ -- اور وہاں اُس کے نام کا ذکر کیا جائے -- یُسَبِّحُ لَہٗ فِیْھَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ -- اُن میں صبح و شام اس کی تسبیح کرتے ہیں -- رِجَالٌ لَّا تُلْھِیْھِمْ تِجَارَۃٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ -- ایسے لوگ جنہیں ان کی تجارت اور لین دین غافل نہیں کرتے اللہ کے ذکر سے -- وَاِقَامِ الصَّلٰوۃِ -- اور نماز قائم

کرنے سے -- وَ اِیْتَآءِ الزَّکٰوۃِ -- اور زکوۃ دینے سے -- یَخَافُوْنَ یَوْمًا -- وہ اُس دن سے ڈرتے ہیں -- تَتَقَلَّبُ فِیْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ -- جب اُلٹ دیے جائیں گے دل اور آنکھیں -- لِیَجْزِیَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا -- تاکہ اللہ اُن کو ان کے اعمال کا اچھا بدلہ دے -- وَیَزِیْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ -- اور اپنے فضل سے زیادہ بھی عطا کرے -- وَاللّٰهُ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ -- اور اللہ جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے -- وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا -- اور جن لوگوں نے کفر کیا -- اَعْمَالُهُمْ -- اُن کے اعمال کی مثال ایسی ہے -- کَسَرَابٍ ۢ بِقِیْعَةٍ -- جیسے کسی چٹیل میدان میں سراب -- یَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً -- شدید پیاسا اُسے پانی سمجھے -- حَتّٰٓی اِذَا جَآءَهٗ -- یہاں تک کہ جب اُس کے پاس آئے -- لَمْ یَجِدْهُ شَیْئًا -- تو اُسے کچھ بھی نہ پائے -- وَوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ -- اور اللہ کو اُس پاس دیکھے -- فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ -- تو وہ اُسے اس کا حساب چکا دے -- وَاللّٰهُ سَرِیْعُ الْحِسَابِ -- اور اللہ جلد حساب کرنے والا ہے -- اَوْ کَظُلُمٰتٍ -- یا اندھیروں کی طرح -- فِیْ بَحْرٍ لُّجِّیٍّ -- کسی گہرے سمندر میں -- یَّغْشٰهُ مَوْجٌ -- جس پر چڑھی آتی ہو موج -- مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ -- اُس کے اُوپر ایک اور موج -- مِنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ -- اُس کے اُوپر ہو بادل -- ظُلُمٰتٌ ۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ -- اندھیروں پر اندھیرے ہیں -- اِذَآ اَخْرَجَ یَدَهٗ -- یہاں تک کہ جب وہ اپنا ہاتھ نکالے -- لَمْ یَکَدْ یَرٰىهَا -- تو اُسے بھی نہ دیکھ سکے -- وَمَنْ لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا -- اور جس کو اللہ روشنی نہ دے -- فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ -- اُس کے لئے کوئی روشنی نہیں۔

☆ **تمہیدی نکات :**

۱- منتخب نصاب کے حصّہ دوم کا درسِ سوم سورۂ نور کے پانچویں رکوع پر مشتمل ہے۔

۲- سورۂ نور کی مدنی سورتوں کے تیسرے گروپ کی واحد مدنی سورۃ ہے جس کا جوڑا ہے چوتھے گروپ کی واحد مدنی سورۃ یعنی سورۂ احزاب۔ دونوں سورتوں میں مندرجہ ذیل اعتبارات سے مطابقت پائی جاتی ہے :

- زمانۂ نزول متّصل ہے۔ غزوۂ احزاب کے بعد ۵ھ میں سورۂ احزاب نازل ہوئی اور غزوۂ بنی مصطلق کے بعد ۶ھ میں سورۂ نور نازل ہوئی۔
- دونوں سورتوں میں رکوعوں کی تعداد ۹ ہے۔
- دونوں سورتوں کا پانچواں رکوع چھ آیات (35-40) پر مشتمل اور انتہائی اہم ہے۔
- دونوں سورتوں کی آیت: 35 ایمانِ حقیقی کے موضوع پر خصوصی اہمیت کی حامل ہے۔
- دونوں سورتوں میں ایمانِ حقیقی کے عملی تقاضوں کا بیان ہے۔
- دونوں سورتوں میں سچے مومنوں کے کردار کو واضح کرنے کے لئے منافقین کے کردار کا بیان ہے کیوں کہ تُعْرَفُ الْاَشْیَاءُ بِاَضْدَادِهَا -- اشیاء اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہیں۔
- دونوں سورتوں میں منافقین کی طرف سے اٹھائے گئے جنسی بہتانوں (اسکینڈل) کا ذکر ہے -- سورۂ نور میں حضرت عائشہؓ کے خلاف اور سورۂ احزاب میں نبی اکرمؐ کے خلاف۔
- دونوں سورتوں میں ستر و حجاب کے احکامات کا بیان ہے -- سورۂ نور میں گھر کے اندر کے پردے کا اور سورۂ احزاب میں گھر کے باہر کے پردے کا ذکر ہے۔

۳- آیات کا تجزیہ :

آیت 35 : ایمانِ حقیقی کے اجزائے ترکیبی کے لئے تمثیل

آیات 36-38 : ایمانِ حقیقی کا داخلی مظہر : تعلق مع اللہ

آیت 39 : ایمانِ حقیقی سے محروم لیکن ظاہری طور پر نیکیاں کرنے والے کے لئے تمثیل

آیت 40 : ایمانِ حقیقی سے محروم اور ظاہری نیکی سے بھی تہی شخص کے لئے تمثیل

۴ - قرآن میں تمثیلات اور ان کا فلسفہ :

بعض لطیف اور ماورائی حقائق ایسے ہیں جن کو انسان سمجھنے سے قاصر ہے۔ البتہ انسان کی ہدایت کے لئے ان کا ایک اجمالی تصور دینا ضروری ہوتا ہے۔ اس اجمالی تصور کے لئے آسمانی کتابوں میں ہمارے مشاہدات میں سے کوئی تمثیل بیان کر دی جاتی ہے۔ تمثیلات کا بیان ویسے تو تمام آسمانی کتابوں کا مشترکہ وصف ہے لیکن انجیل میں نہایت کثرت کے ساتھ اور حد درجہ معنی خیز تمثیلیں بیان ہوئی ہیں۔

آیات پر غور و فکر

☆ آیت :35:

- ’’ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَ رْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ ‘‘ میں ’’اُس کے نور‘‘ کے الفاظ ظاہر کر رہے ہیں کہ یہاں ذاتِ باری تعالیٰ کی نہیں بلکہ اس پر ایمان کی تمثیل بیان کی جا رہی ہے۔ جس طرح مادی نور ظاہری اشیاء کے ظہور کا ذریعہ بنتا ہے، اسی طرح ایمان ایک باطنی نور ہے جس سے اشیاء کی حقیقت ظاہر ہوتی ہے۔ مسنون دعا ہے :

اَللّٰهُمَّ اَرِنِی حَقِیْقَةَ الْاَشْیَاءِ کَمَا هِیَ

’’اے اللہ مجھے اشیاء کی حقیقت دکھا جیسی کہ وہ ہے‘‘

اے اہلِ نظر ، ذوقِ نظر خوب ہے لیکن

جو شے کی حقیقت کو نہ دیکھے وہ نظر کیا

- حضرت عبداللہ بن عباسؓ ،جنہیں نبی اکرمؐ نے ’’حَبْرُ الْاُمَّةِ ‘‘(امت کے عالم) کا خطاب دیا، نے ’’مَثَلُ نُوْرِهٖ ‘‘ کے بعد ’’فِی قَلْبِ الْمُؤْمِنِ ‘‘ کے الفاظ محذوف مانے ہیں۔ گویا اس آیت میں بندۂ مومن کے دل میں نورِ ایمان کی موجودگی کی تمثیل بیان کی گئی ہے۔ نورِ ایمان سے معمور دل وہ آنکھیں رکھتا ہے جو اشیاء کی حقیقت کو دیکھ سکتی ہیں۔ اسی لئے سورۂ حج آیت :46 میں نورِ ایمان سے محروم لوگوں کے لئے بیان کیا گیا :

’’ لَا تَعْمَى الْاَ بْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِي فِي الصُّدُوْرِ ‘‘

آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں

دلِ بینا بھی کر خدا سے طلب

آنکھ کا نور دل کا نور نہیں

- آیت نمبر :35 میں بیان شدہ تمثیل کی اصل سے مطابقت درج ذیل ہے :

طاق	انسانی پسلیاں
مصباح (چراغ)	نورِ ایمان
قندیل	انسان کا قلب
روغنِ زیتون	فطرتِ انسانی
آگ	نورِ وحی

- اس آیت میں بندۂ مومن کے دل کو چمکتے ہوئے ستارے کی مانند قندیل سے تمثیل دی گئی ہے۔ اس حوالے سے اقبال نے کیا خوب کہا ہے :

آزاد کی دولت دلِ روشن نفسِ گرم

محکوم کا سرمایہ فقط دیدۂ نمناک

- ایسے درخت کے روغن میں جل اٹھنے کی صفت زیادہ ہوتی ہے جو کسی باغ کے نہ شرقی

حصہ میں ہو نہ غربی حصہ میں بلکہ وسط میں ہو اور پورا دن سورج سے تمازت حاصل کرتا رہے۔اسی طرح شرقی و غربی کا تعصب انسان کی فطرت کو آلودہ کر دیتا ہے اور حق کی قبولیت میں رکاوٹ بن جاتا ہے۔بقول اقبال :

درویشِ خدامست نہ شرقی ہے نہ غربی
گھر میرا نہ دلّی نہ صفاہاں نہ سمرقند

- فطرت اگر آلودہ نہ ہو تو انسان کا دل بیدار ہوتا ہے اور نورِ وحی سے اسی طرح جگمگا اٹھتا ہے جیسے صاف و شفاف تیل محض آگ کے قریب آنے سے جل اٹھتا ہے۔اگر فطرت آلودہ ہو تو دل زنگ آلود ہو جاتا ہے (مطففین :14) اور اس پر سے زنگ ہٹانے کے لئے محنت درکار ہوتی ہے جیسے عام تیل کو جلانے کے لئے جتن کرنے پڑتے ہیں یا واسطہ مہیا کرنا ہوتا ہے۔سورۂ ق آیت:37 میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

اِنَّ فِی ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ وَ هُوَ شَهِیْدٌ

بے شک اس میں نصیحت ہے اُس کے لئے جس کے پاس دل ہو
یا وہ پوری توجہ کے ساتھ سنے

مجھے یہ ڈر ہے دل زندہ تو نہ مرجائے
زندگانی عبارت ہے تیرے جینے سے

دلوں کے زنگ کو اتارنے کے حوالے سے ارشادِ نبوی ﷺ ہے :

اِنَّ هٰذِهِ الْقُلُوْبَ تَصْدَاُ کَمَا یَصْدَاُ الْحَدِیْدُ قِیْلَ مَا جَلَاؤُهَا
قَالَ تِلَاوَةُ الْقُرْاٰنِ وَ ذِکْرُ الْمَوْتِ (بیهقیؒ)

بے شک دل بھی زنگ آلود ہوتے ہیں جیسے لوہا۔پوچھا گیا دلوں کے زنگ کو اتارنے کا عمل کیا ہے؟ فرمایا! قرآن کی تلاوت اور موت کی یاد۔

- جن کی فطرت پر تکبر، تعصب، حسد، مفادات وغیرہ کے پردے پڑ چکے ہوں ان کے

لئے ایک تمثیل سورۂ بقرۃ آیات:17-18 میں بیان کی گئی ہے۔

- قرآن حکیم میں اس مقام پر دلِ زندہ کو زجاج سے اور سورۂ بقرۃ آیت:74 میں دلِ شقی کو پتھر سے تمثیل دی گئی ہے۔اقبال نے اس حقیقت کو بہت خوب بیان کیا ہے :

جب تک نہ زندگی کے حقائق پہ ہو نظر
تیرا زجاج ہو نہ سکے گا حریفِ سنگ

- اس آیت میں نورِ ایمان کو دو اجزاء کا مرکب قرار دیا گیا ہے :

نورِ ایمان = نورِ فطرت + نورِ وحی (نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ)

انبیاء کرام اور صدیقین کا نورِ فطرت بالکل سلامت ہوتا ہے اور نورِ وحی کے ذریعہ ان کے ایمان کی تکمیل ہوتی ہے۔اس حقیقت کو سمجھ لینے سے قرآنِ حکیم کے ایک نازک مقام کا فہم حاصل ہو جاتا ہے جس میں نبی اکرمؐ کے حوالے سے فرمایا گیا:

مَا کُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْکِتٰبُ وَ لَا الْاِیْمَانُ وَ لٰکِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِیْ بِهٖ
مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا وَ اِنَّکَ لَتَهْدِیْٓ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (شوریٰ :52)

اسی طرح صدیقین یعنی ایسے لوگ جو غور و فکر کر کے بعض حقائق تک رسائی حاصل کر چکے ہوں ، ان کا ایمان بھی نورِ وحی سے مکمل ہو جاتا ہے۔ان کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ یَهْدِیْٓ اِلَیْهِ مَنْ یُّنِیْبُ (شوریٰ : 13)

صدیقین کے حوالے سے حضرت سلمان فارسیؓ کی مثال بڑی ایمان افروز ہے۔

- آیت کے آخری حصہ میں فرمایا گیا کہ تمثیلات کی ضرورت انسانوں کو ہے۔اللہ ہر شے کا ایسا علم رکھتا ہے جیسی کہ وہ ہے۔

☆ آیت:36 :

بُیُوْتٍ کی وضاحت عبداللہ بن عباسؓ نے ان الفاظ میں بیان فرمائی :

"اِنَّمَاالْمَسَاجِدُ الْمَخْصُوْصَةُ لِلّٰہِ تَعَالٰی بِالْعِبَادَۃِ وَ اِنَّھَا تُضِیْءُ لِاَ ھْلِ السَّمَاءِ کَمَا تُضِیْءُ النُّجُوْمُ لِاَ ھْلِ الْاَرْضِ"

"یہ وہ مخصوص مسجدیں ہیں اللہ کی عبادت کے لئے اور وہ آسمان والوں کو اُسی طرح چمکتی نظر آتی ہیں جیسے زمین والوں کو ستارے چمکتے نظر آتے ہیں"۔

مساجد کے حوالے سے لئے قرآنِ حکیم میں مندرجہ ذیل ہدایات دی گئی ہیں :

- مساجد کو بلند کیا جائے یعنی پوری بستی میں اللہ کا گھر باقی گھروں کے مقابلہ میں نمایاں ہونا چاہیئے۔(نور :36)
- مساجد میں اللہ کا ذکر کیا جائے۔(نور :36)
- مساجد میں کسی قسم کا شرک نہ کیا جائے۔(جن :18)
- مساجد کو پاک وصاف رکھا جائے۔ (بقرۃ :125)

☆ آیت:37 :

- سورہ ٔ آلِ عمران آیت : 195 میں بندہ ٔمومن کی سیرت و کردار کے خارجی رخ کا بیان ہے جس میں اللہ کے دین کے غلبے کے لئے محنت یعنی ہجرت، جہاد، صبر اور قتال کو نمایاں کیا گیا ہے۔اس آیت میں بندہ ٔ مومن کی سیرت و کردار کے داخلی رخ یعنی اللہ سے خصوصی تعلق کے مظاہر بیان کیے گئے ہیں۔ان مظاہر میں مساجد سے محبت، تسبیح و ذکرِ باری تعالیٰ ، اِنابت الی اللہ اور آخرت میں جواب دہی کے خوف کا شدت سے احساس شامل ہیں۔حسن بصریؒ کا قول ہے کہ مومن نیکی کرتا ہے پھر بھی ڈرتا رہتا ہے اور منافق بدی کر کے بھی بےفکر رہتا ہے۔
- سورہ ٔ انفال کی آیات 2-4 اور 74 میں بھی بندہ ٔ مومن کی شخصیت کے یہ دونوں پہلو بڑے مؤثر انداز میں بیان کیے گئے ہیں۔صحابہ کرامؓ ان دونوں طرح کی صفات

سے مزین تھے جس کی گواہی جنگِ قادسیہ میں ایک ایرانی جاسوس نے ان الفاظ میں دی کہ" ھُمْ رُھْبَانٌ بِالَّیْلِ وَ فُرْسَانٌ بِالنَّھَارِ "(وہ رات کے راہب ہیں اور دن کے شہسوار)۔

- مساجد کو آباد رکھنے والوں کے ایمان کی گواہی خود اللہ نے قرآنِ حکیم میں دی ہے(التوبہ :18)۔ ایک حدیث میں اللہ کے محبوب بندوں کا ذکر آیا ہے جن میں مساجد سے محبت کرنے والے بھی شامل ہیں :

وَعَنْ أَبِی ھُرَیْرَۃَؓ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ :سَبْعَۃٌ یُظِلُّھُمُ اللّٰہُ فِی ظِلِّہٖ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّہٗ : اِمَامٌ عَادِلٌ وَشَابٌّ نَشَأَ فِی عِبَادَۃِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَرَجُلٌ قَلْبُہٗ مُعَلَّقٌ فِی الْمَسَاجِدِ وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِی اللّٰہِ اِجْتَمَعَا عَلَیْہِ وَتَفَرَّقَا عَلَیْہِ وَرَجُلٌ دَعَتْہُ امْرَأَۃٌ ذَاتُ مَنْصَبٍ وَّجَمَالٍ فَقَالَ: اِنِّی اَخَافُ اللّٰہَ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَۃٍ فَاَخْفَاھَا حَتّٰی لَا تَعْلَمَ شِمَالُہٗ مَا تُنْفِقُ یَمِیْنُہٗ وَرَجُلٌ ذَکَرَ اللّٰہَ خَالِیًا فَفَاضَتْ عَیْنَاہُ (متفقٌ علیہ)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: سات آدمی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اس دن اپنے سائے میں جگہ دے گا جس دن اس کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ انصاف کرنے والا حکمران - وہ نوجوان، جو اللہ کی عبادت میں زندگی گزار رہا ہو- وہ آدمی، جس کا دل مسجد میں اٹکا ہوا ہو- وہ دو آدمی جو اللہ کی رضا کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں، اسی کی وجہ سے باہم جمع ہوتے ہیں اور اسی پر ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہیں- وہ آدمی، جس کو منصب و جمال والی عورت دعوتِ گناہ دے اور وہ اس کے جواب میں کہہ دے، میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں - وہ آدمی، جس نے اس طرح خفیہ صدقہ کیا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی یہ علم نہیں ہوا کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا - وہ آدمی، جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا اور اس کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوگئے۔

☆ آیت:38 :

- احسن کے دو مفہوم ہیں۔ بہترین بدلہ یا انسان کے بہترین عمل کی مناسبت سے بدلہ
- اجر یا جزا سے مراد وہ بدلہ ہے جو انسان کو اس کے اعمال کی وجہ سے ایک حساب کے مطابق دیا جائے گا۔ فضل اللہ کی خاص دین وعنایت ہے جو بے حساب اور بغیر کسی استحقاق کے بندوں کو عطا کیا جائے گا۔

☆ آیت:39 :

- اس آیت میں ایسے اعمال کے لئے تمثیل بیان کی گئی ہے جو کوئی شخص حالتِ کفر میں یا اخلاص کے بغیر کرتا ہے۔ اس طرح کے اعمال کے لئے تماثیل سورۂ ابراہیم آیت :18 اور سورۂ فرقان آیت : 23 میں بھی بیان کی گئی ہیں۔ کسی مسلمان شخص کے عمل میں اخلاص کا نہ ہونا دراصل ایمانِ حقیقی سے محرومی کی علامت ہے۔ (نساء : 38)
- آیت میں بیان شدہ تمثیل کی اصل سے مطابقت اس طرح سے ہے :

ظَمْآنٌ (انتہائی پیاسا)	نورِ ایمان سے محروم انسان
چٹیل میدان	میدانِ حشر
سراب (دکھاوے کا نور)	خلوص سے تہی اعمال
پانی	اعمال کا اچھا بدلہ

- وَوَجَدَ اللّٰـهَ عِـنْدَه‘ فَوَفّٰـهُ حِسَـابَـه‘ کی انتہائی مناسب وضاحت اس حدیثِ مبارکہ سے ہوتی ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ روزِ قیامت سب سے پہلے تین ریاکار اشخاص یعنی ایک شہید، ایک عالمِ دین اور ایک صدقہ کرنے والے کو اللہ کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ (مسلم ۔ مشکوۃ جلد اوّل حدیث نمبر: 194)

☆ آیت:40 :

- اس آیت میں ایسے کردار کے لئے تمثیل ہے جو ایمان اور عمل دونوں سے محروم ہے۔ اندھیرے پر اندھیرے سے مراد ہے نہ نورِ ایمان ہے اور نہ ہی نورِ عمل۔
- گھمبیر تاریکی کی یہ تمثیل کوئی ایسا شخص بیان کر سکتا ہے جسے بحری اسفار کا وسیع تجربہ ہو۔ کسی مستند روایت سے ثابت نہیں کہ نبی کریمؐ کبھی کسی بحری سفر پر گئے لہذا آپؐ کی زبانِ مبارک سے اس تمثیل کا بیان، قرآنِ حکیم کے اللہ کی طرف سے نازل ہونے کا ثبوت ہے۔

نبی اکرم ﷺ کی ایک عظیم دعا

" اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا وَّ فِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا وَّ فِیْ سَمْعِیْ نُوْرًا وَّ عَنْ یَّمِیْنِیْ نُوْرًا وَّعَنْ یَّسَارِیْ نُوْرًا وَّ فَوْقِیْ نُوْرًا وَّ تَحْتِیْ نُوْرًاوَّ اَمَامِیْ نُوْرًا وَّ خَلْفِیْ نُوْرًا وَّ اجْعَلْ لِّیْ نُوْرًا وَّ فِیْ لِسَانِیْ نُوْرًا وَّ عَصَبِیْ نُوْرًا وَّ لَحْمِیْ نُوْرًا وَّ دَمِیْ نُوْرًا وَّ شَعْرِیْ نُوْرًا وَّ بَشَرِیْ نُوْرًا وَّ اجْعَلْ فِیْ نَفْسِیْ نُوْرًا وَّ اَعْظِمْ لِیْ نُوْرًا اَللّٰھُمَّ اَعْطِنِیْ نُوْرًا " (مشکوۃ)

اے اللہ پیدا فرما دے میرے دل میں نور اور میری آنکھوں میں نور اور میرے کانوں میں نور اور میرے دائیں نور اور میرے بائیں نور اور میرے اوپر نور اور میرے نیچے نور اور میرے سامنے نور اور میرے پیچھے نور اور بنا دے میرے لئے نور ہی نور اور میری زبان میں نور اور میرے پٹھوں میں نور اور میرے گوشت میں نور اور میرے خون میں نور اور میرے بالوں میں نور اور میری کھال میں نور اور میری جان میں نور اے اللہ میرے لئے بڑھا دے نور اور مجھے عطا فرما نور۔

اَللّٰھُمَّ نَوِّرْ قُلُوْبَنَا بِالْاِیْمَانِ   اے اللہ ہمارے دلوں کو نورِ ایمان سے منور فرما۔ آمین

منتخب نصاب حصّہ دوم

درسِ چہارم : سورۂ تغابن

☆ تمہیدی نکات :

۱ - منتخب نصاب کے حصّہ دوم کا درسِ چہارم سورۂ تغابن پر مشتمل ہے ۔

۲ - سورۂ تغابن مکی - مدنی سورتوں کے چھٹے گروپ کی دس مدنی سورتوں میں شامل ہے ۔

ان سورتوں میں حسبِ ذیل خصوصیات ہیں :

- خطاب براہِ راست مسلمانوں سے ہے ۔ کفار کا ذکر ہے بھی تو بطورِ عبرت ۔
- جھنجھوڑنے کا انداز بہت نمایاں ہے ۔
- ان سورتوں میں اہم مضامینِ قرآن کے خلاصے بیان کیے گئے ہیں ۔

۳ - اس درس کا موضوع ہے حقیقتِ ایمان ۔ سورۂ تغابن ایمانِ حقیقی اور اس کے ثمرات کے موضوع پر قرآنِ حکیم کی جامع ترین سورۃ ہے ۔

۴ - نظمِ قرآن کے اعتبار سے سورۂ تغابن ایک شاہکار سورۃ ہے ۔ نظمِ قرآن سے مراد یہ ہے کہ قرآنِ حکیم کی ہر سورۃ کا ایک خاص موضوع ہوتا ہے جو اس سورۃ کا عمود کہلاتا ہے اور سورۃ کی ہر آیت عمود سے معنوی ربط رکھتی ہے ۔ آیات کے تجزیہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ سورۂ تغابن میں یہ اسلوب بہت نمایاں ہے :

رکوع اوّل (۱۰ آیات) ۷ آیات - وضاحتِ ایمان
۳ آیات - دعوتِ ایمان

رکوع دوم (۸ آیات) ۵ آیات - ایمان کے ثمرات وتقاضے
۳ آیات - ایمان کے تقاضے ادا کرنے کی دعوت

۵ - سورۂ تغابن سورۂ منافقون کا جوڑا ہے ۔ سورۂ منافقون کا موضوع ہے حقیقتِ نفاق

جبکہ سورۂ تغابن کا موضوع ہے حقیقتِ ایمان ۔ نفاق درحقیقت کفرِ حقیقی ہے جو ایمانِ حقیقی کی ضد ہے ۔

آیات پر غور وفکر

رکوع اوّل

اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ O بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ O
یُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَافِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ج لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَمْدُ ز
وَهُوَعَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ O هُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ فَمِنْکُمْ کَافِرٌوَّمِنْکُمْ
مُّؤْمِنٌ ط وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ O خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ
وَصَوَّرَکُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَکُمْ ج وَاِلَیْهِ الْمَصِیْرُ O یَعْلَمُ مَافِی السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ وَیَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ط وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ م بِذَاتِ
الصُّدُوْرِ O اَلَمْ یَاْتِکُمْ نَبَؤُا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ز فَذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ
وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ O ذٰلِکَ بِاَنَّهٗ کَانَتْ تَّاْتِیْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَقَالُوْآ
اَبَشَرٌ یَّهْدُوْنَنَا ز فَکَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَی اللّٰهُ ط وَاللّٰهُ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ O
زَعَمَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْآ اَنْ لَّنْ یُّبْعَثُوْا ط قُلْ بَلٰی وَرَبِّیْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا
عَمِلْتُمْ ط وَذٰلِکَ عَلَی اللّٰهِ یَسِیْرٌ O فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِیْٓ
اَنْزَلْنَا ط وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ O یَوْمَ یَجْمَعُکُمْ لِیَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِکَ
یَوْمُ التَّغَابُنِ ط وَمَنْ یُّؤْمِنْ م بِاللّٰهِ وَیَعْمَلْ صَالِحًا یُّکَفِّرْ عَنْهُ سَیِّاٰتِهٖ
وَیُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا اَبَدًا ط ذٰلِکَ

الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ○ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَاۤ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ
النَّارِ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ ○

☆ ترجمہ :

یُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ -- اللہ کی تسبیح کرتی ہے ہر وہ شے
جو آسمانوں میں ہے اور ہر وہ شے جو چیز زمین میں ہے -- لَهُ الْمُلْكُ -- اُسی کی
ہے بادشاہی -- وَلَهُ الْحَمْدُ -- اور اُسی کے لئے ہے کل شکر -- وَهُوَ عَلٰى كُلِّ
شَیْءٍ قَدِیْرٌ -- اور وہ ہر چیز پر قادر ہے -- هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ -- وہی تو ہے
جس نے تم کو پیدا کیا -- فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ -- پھر کوئی تم میں کافر ہے
اور کوئی مومن -- وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ -- اور اللہ دیکھنے والا ہے جو کچھ تم کر
رہے ہو -- خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ -- اور اُسی نے آسمانوں اور
زمین کو پیدا کیا بامقصد -- وَصَوَّرَكُمْ -- اور اسی نے تمہاری صورتیں بنائیں --
فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ -- اور کیا ہی عمدہ بنایا تمہاری صورتوں کو -- وَاِلَیْهِ الْمَصِیْرُ
-- اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے -- یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ --
اور وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے -- وَیَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا
تُعْلِنُوْنَ -- اور وہ جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو تم ظاہر کرتے ہو -- وَاللّٰهُ
عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ -- اور اللہ واقف ہے ان رازوں سے جو سینوں میں ہیں
-- اَلَمْ یَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ -- کیا نہیں آئی تم تک خبر اُن لوگوں
کی جنہوں نے تم سے پہلے کفر کیا -- فَذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ -- تو اُنہوں نے اپنے

کیے کی سزا کا مزہ چکھ لیا -- وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ -- اور ان کے لئے دردناک
عذاب ہے -- ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِیْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ -- یہ اس لئے
ہوا کہ اُن کے پاس اُن کے رسول واضح نشانیاں لے کر آئے -- فَقَالُوْٓا -- تو انہوں
نے کہا -- اَبَشَرٌ یَّهْدُوْنَنَا -- کیا انسان ہمیں ہدایت دیں گے -- فَكَفَرُوْا --
پھر انہوں نے انکار کیا -- وَتَوَلَّوْا -- اور منہ پھیر لیا -- وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ -- اور
اللہ بھی بے نیاز ہوا -- وَاللّٰهُ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ -- اور اللہ کسی کا محتاج نہیں اور بذاتِ خود
محمود ہے -- زَعَمَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا -- خوش فہمی ہے اُن لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا
-- اَنْ لَّنْ یُّبْعَثُوْا -- کہ وہ دوبارہ زندہ نہیں کیے جائیں گے -- قُلْ بَلٰى وَرَبِّیْ
-- کہہ دو کہ کیوں نہیں میرے پروردگار کی قسم -- لَتُبْعَثُنَّ -- تم ضرور اُٹھائے جاؤ
گے -- ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ -- اور پھر تمہیں ضرور بتا دیا جائے گا جو کچھ تم نے
کیا -- وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرٌ -- اور یہ (بات) اللہ کے لئے آسان ہے --
فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ -- تو ایمان لاؤ اللہ پر اور اُس کے رسولؐ پر -- وَالنُّوْرِ
الَّذِیْٓ اَنْزَلْنَا -- اور اُس نور (قرآن) پر جو ہم نے نازل فرمایا -- وَاللّٰهُ
بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ -- اور اللہ باخبر ہے اس عمل سے جو تم کر رہے ہو -- یَوْمَ
یَجْمَعُكُمْ لِیَوْمِ الْجَمْعِ -- جس دن وہ تم کو جمع کرے گا یعنی جمع کرنے کے دن
-- ذٰلِكَ یَوْمُ التَّغَابُنِ -- وہ ہوگا ہار اور جیت کا دن -- وَمَنْ یُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ
-- اور جو شخص ایمان لایا اللہ پر -- وَیَعْمَلْ صَالِحًا -- اور اُس نے نیک عمل کیے
-- یُّكَفِّرْ عَنْهُ سَیِّاٰتِهٖ -- اللہ اُس سے اُس کی بُرائیاں دُور کر دے گا --

وَيُدۡخِلۡهُ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ -- اور اُسے داخل کرے گا ان باغات میں جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں -- خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَاۤ اَبَدًا -- رہیں گے اُن میں ہمیشہ ہمیش -- ذٰلِكَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِيۡمُ -- یہ شاندار کامیابی ہے -- وَالَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا -- اور جنہوں نے کفر کیا -- وَكَذَّبُوۡا بِاٰيٰتِنَاۤ -- اور ہماری آیات کو جھٹلایا -- اُولٰٓـئِكَ اَصۡحٰبُ النَّارِ -- وہی ہیں اہلِ جہنم -- خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا -- ہمیشہ اُس میں رہیں گے -- وَبِئۡسَ الۡمَصِيۡرُ -- اور وہ بُری جگہ ہے۔

☆ **آیات کا تجزیہ :**

- آیات :1 - 4 : ایمان باللہ
- آیات :5 - 6 : ایمان بالرسالت
- آیت : 7 : ایمان بالآخرت
- آیت : 8 : ایمان کی دعوت
- آیت : 9 : دعوتِ ایمان قبول کرنے والوں کے لئے انعامات
- آیت : 10 : دعوتِ ایمان قبول نہ کرنے والوں کا انجام

☆ **آیت:1 :**

- سَبَّحَ - يُسَبِّحُ کے لغوی معنی ہیں تیرانا یعنی کسی شے کو اس کے اصل مقام پر برقرار رکھنا اور اصطلاحی معنی ہیں پاکی بیان کرنا۔ تسبیح باری تعالیٰ سے مراد اس حقیقت کو بیان کرنا ہے کہ اللہ ہر کمی، ہر عیب، ہر نقص، ہر احتیاج اور ہر کمزوری سے پاک ہے۔
- لفظ ''مَا'' کے استعمال سے ''کل مکان'' کا احاطہ کیا گیا ہے۔ اسی طرح ان مدنی

سورتوں میں تین بار ماضی کا صیغہ سَبَّحَ (سورۂ حدید - سورۂ حشر - سورۂ صف کے آغاز میں) اور تین ہی بار مضارع کا صیغہ يُسَبِّحُ (سورۂ جمعہ و سورۂ تغابن کے آغاز اور سورۂ حشر کے آخر میں) استعمال کرکے ''کل زمان'' کا احاطہ کیا گیا ہے۔

- کائنات کی ہر شے زبانِ حال سے اپنے خالق کی صناعی اور کمالِ تخلیق کا اعلان تو کر رہی ہے لیکن اسے اللہ نے قوتِ گویائی بھی دی ہے جس سے وہ تسبیح قولی بھی کر رہی ہے۔ (رعد: 13، بنی اسرائیل: 44، سبا: 10، ص: 18 - 19، حم السجدۃ: 21)
- لَهُ الۡمُلۡكُ سے مراد ہے کہ کائنات میں کل اختیار کا حق اللہ کا ہے اور بالفعل بھی اُسی کے پاس ہے۔ (بنی اسرائیل: 111، آل عمران: 83)۔ ہمارے پاس جو معمولی اور عارضی اختیار ہے وہ اللہ ہی کا عطا کردہ ہے۔ ہمیں حکم ہے کہ اس اختیار کو بھی اس کی مرضی کے تابع کردیں۔ یہ ہی توحید عملی ہے۔
- **حمد** = شکر + ثناء (کسی محسن کی ایسی تعریف جس میں شکر کے جذبات بھی شامل ہوں)
- حدیثِ نبویؐ ہے '' اَلتَّسۡبِيۡحُ نِصۡفُ الۡمِيۡزَانِ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ يَمۡلَؤُهٗ ''
'' کلمہ 'سُبۡحَانَ اللّٰهِ' (معرفتِ الٰہی کے بیان کے) میزان کو آدھا بھرتا ہے اور کلمہ 'اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ' اُسے پُر کردیتا ہے۔ (ترمذی)
- عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ میں لفظ '' کُل '' ہمارے لئے پناہ ہے۔ ہم اللہ کی ذات کا ادراک تو کر ہی نہیں سکتے لیکن اس کی صفات کی بھی اصل کیفیت (Quality) اور کمیت (Quantity) ہمارے فہم سے بالاتر ہے۔ یہ الفاظ خاص طور پر اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اللہ تمام انسانوں کو ان کی موت کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے خواہ ان کی ہڈیاں کتنی ہی بوسیدہ کیوں نہ ہوگئی ہوں۔

☆ **آیت:2 :**

خالق سب کا وہی ہے لیکن کچھ مانتے ہیں کچھ نہیں۔ چوں کہ ان سورتوں میں خطاب

مسلمانوں سے ہے لہٰذا ''مِنۡکُمۡ'' سے ظاہر ہو رہا ہے کہ یہاں کافر سے مراد منافق ہے۔

''اللہ دیکھنے والا ہے'' کے الفاظ ماننے والوں کے لئے دلجوئی اور ہمت افزائی کا باعث ہیں اور نہ ماننے والوں کے لئے تنبیہ کا اظہار رہیں۔ گویا ان الفاظ میں اخروی جزا وسزا کی طرف اشارہ ہے۔

☆ آیت: 3 :

اس آیت میں ''رَبَّنَا مَا خَلَقۡتَ ھٰذَا بَاطِلاً'' کا بیان مثبت انداز میں ہے۔ خاص طور پر انسان کی تخلیق کی عظمت بیان کی گئی ہے (بنی اسرائیل: 70، التین: 6)۔ انسان کے خاکی وجود کا ہر حصّہ تخلیقِ باری تعالیٰ کا شاہکار ہے لیکن انسان کی اصل عظمت اس کا روحانی وجود ہے (الحجر: 29)۔ جب ہر چیز بامقصد ہے تو انسان کو بھی بے مقصد پیدا نہیں کیا گیا (مومنون: 115، قیامہ: 36)۔ انسان کا مقصدِ تخلیق ہے اللہ کی عبادت (الذاریات: 56) اور اس حوالے سے روزِ قیامت اس سے باز پرس ہوگی۔

حدیثِ مبارکہ ہے:

''اَلدُّنۡیَا خُلِقَتۡ لَکُمۡ وَ اَنۡتُمۡ خُلِقۡتُمۡ لِلۡاٰخِرَۃِ'' (بیہقیؒ)

دنیا تمہارے لئے بنائی گئی ہے اور تم بنائے گئے ہو آخرت کے لئے

☆ آیت: 4 :

- اللہ تعالیٰ کی صفت علم کے بیان پر یہ قرآنِ حکیم کی جامع ترین آیت ہے۔ یہاں تین سطحوں پر اللہ کی صفت علم کا بیان ہوا ہے:

۱ - اللہ کو کائنات کی ہر شے کا علم ہے۔ (الانعام: 59)

۲ - اللہ جانتا ہے ہر اس بات کو جسے انسان شعوری نیت وارادے سے ظاہر کرتا ہے یا پوشیدہ رکھتا ہے۔

۳ - اللہ ان باتوں کو بھی جانتا ہے جو ابھی انسان کے تحت الشعور میں ہیں۔

- اللہ کی اس صفت کے اعتبار سے کہ وہ ظاہر و پوشیدہ ہر شے کا جاننے والا ہے، سورۂ بقرہ کی آیت: 284 اور سورۂ رعد کی آیات: 8 - 10 بھی بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔
- ایمان بالآخرت کے حوالے سے شیطان یہ مغالطہ پیدا کرتا ہے کہ کیسے ممکن ہے کہ ہر انسان کا ہر عمل محفوظ کیا جا رہا ہو۔ اللہ تعالیٰ کی صفت علم کا اس طور سے بیان دراصل اِسی مغالطہ کا ازالہ ہے۔

☆ آیت: 5 :

- انبیاء ومرسلین کے واقعات قرآنِ حکیم میں دو اسالیب سے بیان ہوئے ہیں:

۱ - قصص النبیین: انبیاء کے ذاتی حالات ومحاسن کا بیان

۲ - انباء الرسل: رسولوں کی اپنی قوموں کے ساتھ کشمکش کا بیان

اس آیت میں انباء الرسل کا ذکر ہے جن کی تفاصیل سورۂ اعراف، سورۂ ہود اور سورۂ شعراء میں بیان ہوئی ہیں۔

- ''اَلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا'' سے مراد قومِ نوحؑ، قومِ ہودؑ، قومِ صالحؑ، قومِ لوطؑ، قومِ شعیبؑ اور آلِ فرعون ہیں۔ اوّل الذکر تین اقوام حضرت ابراہیمؑ سے قبل اور مؤخر الذکر تین اقوام حضرت ابراہیمؑ کے بعد گزری ہیں۔
- ''فَذَاقُوۡا وَبَالَ اَمۡرِھِمۡ'' سے اُن عذابوں کی طرف اشارہ ہے جو مختلف اقوام پر دنیا ہی میں آئے یعنی قومِ نوحؑ پر طوفان، قومِ ہودؑ پر تیز آندھی، قومِ صالحؑ اور قومِ شعیبؑ پر زلزلہ، قومِ لوطؑ پر پتھروں کی بارش اور آلِ فرعون کا دریا میں غرق ہونا۔
- ''عَذَابٌ اَلِیۡمٌ'' سے آخرت کی سزا مراد ہے۔

☆ آیت: 6 :

- رسالت کے حوالے سے ایک گمراہی بہت قدیم رہی ہے یعنی کسی انسان میں

رسالت وبشریت کوایک ساتھ قبول نہ کرنا۔اس کی دوصورتیں رہیں:

۱ - جنہوں نے رسولؐ کو بحیثیت بشر دیکھا،انہوں نے انہیں رسول ماننے سے انکار کر دیا(بنی اسرائیل: 94، مومنون: 24،25،33،34،47)

۲ - جنہوں نے رسولؐ مان لیا انہوں نے رسول کی بشریت سے انکارکیا۔یہود نے حضرت عزیرؑ کواورعیسائیوں نے حضرت عیسیٰؑ کوخدا کابیٹاقرار دیا(توبہ: 30)

دونوں صورتوں کانتیجہ رسولؐ کی اطاعت واتباع سے فرار کی صورت میں نکلا۔

- رسالت کے بارے میں قرآنِ حکیم کی رہنمائی:
  - تمام رسول انسان تھےلیکن اللہ کے چنے ہوئے خاص بندے تھے۔
  (ابراہیم:11 ، کہف:110 ، انبیاء:7)
  - رسول انسان اس لئے تھےکہ وہ انسانوں کے لئےنمونہ تھے۔(بنی اسرائیل:95)
  - رسول اس معنی میں معصوم اور اللہ کی حفاظت میں تھے کہ ان کی خطائیں جانبِ خیر تھیں اور اللہ فوراً متوجہ فرماکراصلاح کردیتا تھا۔
- وَ اللّٰہُ غَنِیٌّ حَمِیۡدٌ سے مراد یہ ہے کہ اللہ کوکسی کی احتیاج نہیں۔کوئی اسے مان لے تو اس کی بادشاہی میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا اور کوئی انکار کردے تو اس کی جلالتِ شان میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔

☆ آیت:7 :

- بَلٰی وَ رَبِّی کے الفاظ دراصل وقوعِ قیامت کے لئے دلیلِ خطابی کادرجہ رکھتے ہیں۔قسم کے پس منظر میں دلیل آپؐ کا مثالی سیرت وکردار ہے۔ جوابِ قسم میں دلیل وقوعِ قیامت کے بارے میں آپؐ کایقینِ محکم ہے جسے فعل مضارع سے قبل لام تاکید اورآخر میں نونِ مشدّد دلاکرانتہائی تاکیدی اسلوب میں ظاہرکیا گیا ہے۔
- وَ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیۡرٌ کے الفاظ وقوعِ قیامت پردوسری دلیل ہیں۔

- اس آیت میں لفظ "قُلْ" کے ذریعہ آپؐ کوجوحکم دیا گیا ہےاس پرعمل کامظہر آپؐ کاایک پُرحکمت خطبہ ہے:

" اِنَّ الرَّ آئِدَ لَا یَکْذِبُ اَھْلَہٗ -- بےشک قافلہ کا رہبر قافلے والوں سے جھوٹ نہیں بولتا-- وَاللّٰہِ لَوْ کَذَبْتُ النَّاسَ جَمِیْعًا-- اللہ کی قسم! اگر(بالفرض) میں تمام انسانوں سے جھوٹ بولتا-- مَا کَذَبْتُکُمْ --تب بھی تم سے کبھی نہ بولتا-- وَلَوْغَرَرْتُ النَّاسَ جَمِیْعًا --اوراگرتمام انسانوں کوفریب دیتا-- مَاغَرَرْتُکُمْ -- تب بھی تمہیں کبھی فریب نہ دیتا-- وَاللّٰہِ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ --قسم ہے اللہ کی جس کے سوا کوئی معبودنہیں!--اِنِّی لَرَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ خَاصَّۃً --میں اللہ کارسول ہوں تمہاری طرف خصوصاً-- وَاِلَی النَّاسِ کَآفَّۃً --اور پوری نوعِ انسانی کی طرف عموماً--وَاللّٰہِ لَتَمُوْتُنَّ کَمَا تَنَامُوْنَ --اللہ کی قسم! تم سب یقیناً مرجاؤگے جیسے(روزانہ)سوجاتے ہو-- ثُمَّ لَتُبْعَثُنَّ کَمَا تَسْتَیْقِظُوْنَ --پھر یقیناً اٹھائے جاؤگے جیسے(ہرصبح)بیدار ہوجاتے ہو-- ثُمَّ لَتُحَاسَبُنَّ بِمَا تَعْمَلُوْنَ -- پھرلازماً حساب لیاجائے گااس عمل کاجوتم کررہے ہو--ثُمَّ لَتُجْزَوُنَّ --اورپھرلازماًتمہیں بدلہ دیاجائے گا-- بِالْاِحْسَانِ اِحْسَانًا -- اچھائی کا اچھا بدلہ-- وَبِالسُّوْءِ سُوْٓءً --اوربرائی کابرا بدلہ-- وَ اِنَّھَا لَجَنَّۃٌ اَبَدًا --اوروہ جنت ہے ہمیشہ ہمیش کی-- اَوْ لَنَارٌ اَبَدًا --یاآگ ہے ہمیشہ ہمیش کی"۔

☆ آیت:8 :

- فَاٰمِنُوا سے مراد یہ ہے کہ اب تک جومضامین بیان ہوئے ہیں وہ توحق ہیں ہی،

تمھارے لئے بہتر یہ ہے کہ ان پر ایمان لے آ ؤ۔

- اللہ کی صفت ''خبیر'' اس اسلوب پر آنے والی دیگر صفات مثلاً سمیع ، بصیر، شہید وغیرہ سے زیادہ جامع ہے۔ دیگر صفات وہ ذرائع ہیں جن سے حاصل ہونے والی معلومات پر غور و تجزیہ سے صفت خبیر نتائج اخذ کرتی ہے۔

☆ آیت:9 :

- لفظ تغابن کے لغوی معنی ہیں کسی کا کسی کو نقصان پہنچانا اور اصطلاحی معنی ہیں ہار اور جیت۔ یومُ التغابن کے الفاظ اس حقیقت کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ دنیا کی زندگی محض کھیل اور تماشا یعنی ڈرامہ ہے (عنکبوت:64) اور ہار اور جیت کا اصل دن آخرت کا دن ہے۔ اللہ نے ہر انسان میں دوسرے سے آگے نکلنے کا جذبہ رکھا ہے۔ اس جذبہ کے تحت ہمیں چاہئے کہ ایک دوسرے سے نیکیوں میں آگے نکل کر اصل کامیابی یعنی فلاح اخروی حاصل کریں۔ (بقرۃ:148 ، آل عمران:133 ، حدید:21) حدیثِ مبارکہ ہے:

اَلْکَیِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهٗ وَ عَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ (ترمذی، ابن ماجہ)

عقلمند وہ ہے جو نفس پر قابو پالے اور عمل کرے موت کے بعد زندگی کے لئے

- حقیقی جیت اس کی ہے جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور اچھے اعمال کرتا ہے۔ یہاں صرف ایمان باللہ کا ذکر ہے کیوں کہ بنیادی ایمان یہی ہے۔

☆ آیت: 10 :

اصل ہار اس کی ہے جس نے کفر کیا اور اللہ کی آیات کی تکذیب کی۔ کفر کے معنی ہیں اندر موجود حقیقت کو چھپانا یعنی باطن میں جس حق کی معرفت حاصل ہو چکی ہے، اس کا اظہار نہ کرنا (نمل:14)۔ تکذیب کے معنی ہیں دعوتِ ایمان کو جھٹلانا۔

رکوع دوم

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ O بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ O

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ط وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ ط وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ O وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ج فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ O اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ط وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ O يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ج وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ O اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ط وَاللّٰهُ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ O فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ط وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ O اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ط وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ O عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ O

☆ **ترجمہ** :

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ -- کوئی مصیبت نازل نہیں ہوتی -- اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ -- مگر اللہ کے حکم سے -- وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ -- اور جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہے -- يَهْدِ قَلْبَهٗ -- وہ اُس کے دل کو ھدایت دیتا ہے -- وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ -- اور اللہ ہر چیز سے باخبر ہے -- وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ -- اور اطاعت کرو اللہ کی

-- وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ --اور اطاعت کرو اُس کے رسول کی-- فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ --اگر تم منہ پھیر لو گے -- فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ -- تو ہمارے رسول کے ذمے تو پیغام کا کھول کھول کر پہنچا دینا ہی ہے -- اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ -- اللہ (معبود برحق ہے اُس) کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں -- وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ -- اور مومنوں کو چاہیئے کہ اللہ ہی پر بھروسہ کریں -- يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا -- اے وہ لوگو جو ایمان لائے -- اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ -- بلاشبہ تمہاری بیویوں اور اولادوں میں سے بعض تمہارے دشمن ہیں -- فَاحْذَرُوْهُمْ -- سو اُن سے ہوشیار رہو -- وَاِنْ تَعْفُوْا -- اور اگر تم معاف کرتے رہو -- وَتَصْفَحُوْا -- اور چشم پوشی کرتے رہو -- وَتَغْفِرُوْا --اور درگذر کرتے رہو -- فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ -- تو بے شک اللہ بھی درگذر فرمانے والا مہربان ہے -- اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ -- بے شک تمہارے مال اور تمہاری اولاد تو آزمائش کا ذریعہ ہیں -- وَاللّٰهُ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ -- اور اللہ کے ہاں شاندار بدلہ ہے -- فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ -- سو جہاں تک ممکن ہو سکے اللہ کی نافرمانی سے بچو -- وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا --اور (اُس کے احکامات) سنو اور مانو -- وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ --اور (اُس کی راہ میں) خرچ کرو (یہ) بہتر ہے تمہارے حق میں -- وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ -- اور جو شخص جی کے لالچ سے بچا لیا گیا -- فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ -- تو ایسے ہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں -- اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا --اگر تم اللہ کو دو گے بہترین

قرض -- يُضٰعِفْهُ لَكُمْ -- تو وہ تم کو اس کا کئی گنا دے گا-- وَيَغْفِرْ لَكُمْ -- اور تمہارے گناہ بھی معاف کر دے گا -- وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ -- اور اللہ بہت قدردان ہے بُردبار ہے -- عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ -- وہ پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا ہے -- الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ -- زبردست ہے کمالِ حکمت والا۔

☆ آیات کا تجزیہ :

- آیات: 11-13 : فرد کی ذاتی زندگی پر ایمان کے اثرات
- آیات: 14-15 : علائقِ دنیوی کے بارے میں فرد کے نقطۂ نظر پر ایمان کے اثرات
- آیات: 16-17 : ایمان کے تقاضے ادا کرنے کی دعوت
- آیت : 18 : توحید باری تعالیٰ کا بیان (اوّل وآخر توحید)

☆ آیت: 11 : اللہ کی طرف سے وارد شدہ حالات کے بارے میں بندۂ مومن کا رویہ

- مصیبت کے معنی ہیں اللہ کی طرف سے وارد ہونے والی خوشگوار یا تکلیف دہ صورتِ حال۔ انسان چوں کہ تکلیف دہ صورتِ حال کا زیادہ تاثر لیتا ہے لہٰذا عام طور پر یہ لفظ اسی کے لئے استعمال ہوتا ہے (البقرہ : 156)۔
- دنیا میں وارد ہونے والی ہر صورتِ حال اللہ کے ہی حکم سے پیش آتی ہے، اگرچہ ظاہر میں کچھ اسباب اس کی وجہ دکھائی دیتے ہیں۔ البتہ اللہ کا اذن یا حکم اور ہے اور اس کی رضا اور۔ اچھے کام میں اس کے اذن کے ساتھ ساتھ اس کی رضا بھی شامل ہوتی ہے لیکن برے کام میں صرف اس کا اذن شامل ہوتا ہے رضا نہیں۔
- ''يَهْدِ قَلْبَهٗ'' سے مراد ہے کہ وارد ہونے والے حادثات کے بارے میں بندۂ مومن کو ان حقائق کی رہنمائی نصیب ہوتی ہے کہ :

ا - جو کچھ ہوا اللہ کے حکم سے ہوا۔ (جو رب کرے سو ہو)

٢ - جو کچھ ہوا پہلے سے طے شدہ تھا۔(حدید : 22 - 23)

٣ - جو کچھ ہوا اسی میں خیر ہے۔(آلِ عمران:26، توبہ: 51 - 52)

حدیثِ مبارکہ ہے:

''مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے۔اس کے ہر معاملے میں خیر ہے اور یہ چیز مومن کے علاوہ کسی کو حاصل نہیں، اگر اسے نعمت ملے وہ شکر کرتا ہے تو یہ اس کے لئے بہتر ہے اور اگر اسے تکلیف پہنچے وہ صبر کرے تو یہ اس کے لئے بہتر ہے''۔
(مسلم، ریاض الصالحین حدیث: 27)

٤ - اس دنیا کی ہر راحت یا تکلیف عارضی ہے۔(النحل: 96)

٥ - جو کچھ ہوا اس میں آزمائش ہے۔(فجر : 15 - 16)

٦ - آخرت میں جواب دہی کے حوالے سے وہ آزمائش نسبتاً آسان ہے جس میں کچھ لے لیا گیا ہو۔

مندرجہ بالا حقائق بندۂ مومن میں تسلیم ورضا کی کیفیت پیدا کرتے ہیں جو ''زوالِ خوف و حزن'' اور ''ازالۂ یاس وحسرت'' کا باعث ہوتی ہے۔اس کے برعکس ایک عام انسان کی نگاہ صرف اسباب پر ہوتی ہے اور وہ اچھے یا برے حالات کا بہت زیادہ تاثر لیتا ہے۔
(بنی اسرائیل : 83، شوریٰ : 48، معارج : 19 - 21)

- حدیثِ مبارکہ ہے :

''اس شے کی حرص کرو جو تمہیں فائدہ دے اور اللہ سے مدد طلب کرو اور ہمت نہ ہارو اور اگر تمہیں کچھ (نقصان) پہنچ جائے تو یہ مت کہو کہ اگر میں ایسا کر لیتا تو ایسا ہو جاتا۔ البتہ یہ کہو کہ اللہ کی تقدیر یہی تھی اور جو اس نے چاہا، کیا کیوں کہ 'اگر' کا لفظ (کلمۂ لو) شیطان کے کام کا دروازہ کھول دیتا ہے''۔(مسلم، ریاض الصالحین حدیث:100)

رضائے حق پہ راضی رہ یہ حرفِ آرزو کیسا
خدا خالق، خدا مالک، خدا کا حکم تو کیسا

- تسلیم ورضا کی کیفیت کا مولانا محمد علی جوہر کے ان اشعار میں کیا خوب اظہار ہے جو انھوں نے اپنی بیٹی کے نام جیل سے لکھے تھے جب وہ ٹی بی کے مرض میں مبتلا تھی :

میں ہوں مجبور پر اللہ تو مجبور نہیں
تجھ سے میں دور سہی وہ تو مگر دور نہیں
امتحاں سخت سہی پر دلِ مومن ہی وہ کیا
جو ہر اک حال میں امید سے مامور نہیں
تیری صحت ہمیں مطلوب ہے لیکن اس کو
نہیں منظور تو پھر ہم کو بھی منظور نہیں

- اس آیت میں کسی صدمہ پر فوری اور غیر اختیاری تاثر کی نفی نہیں بلکہ اس مستقل تاثر کی نفی ہے جس سے زبان پر شکوہ اور دل میں رب سے بدگمانی کا شائبہ پیدا ہوتا ہے۔نبی اکرم ؐ کی آنکھوں سے اپنے صاحب زادے سیدنا ابراہیم کو نزع کے عالم میں دیکھ کر بے اختیار آنسو نکل آئے لیکن آپ ؐ نے فرمایا :

''آنکھ آنسو بہاتی ہے، دل مغموم ہے لیکن زبان سے ہم وہی کہیں گے جو اللہ کو پسند ہے'' (متفق علیہ - معارف الحدیث' جلد سوم: 319)

- ''وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ'' کا تعلق مسئلہ تقدیر (جو درحقیقت اللہ کی قدرتِ کاملہ پر ایمان رکھنے کا نام ہے) سے ہے جس کے دو اجزاء ہیں :

ا - کائنات میں ہر کام اللہ ہی کے اذن سے ہوتا ہے۔

٢ - کائنات میں ہونے والے ہر کام کا اللہ کو پہلے ہی سے علم ہے۔

- راضی برضائے رب ہونا بندۂ مومن کی صفت ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ :

ا - ماضی سے سبق حاصل نہ کیا جائے۔

۲ - مجرموں کو سزا نہ دی جائے۔

۳ - ظلم واستحصال کو تقدیر سمجھ کر ان کے خلاف علمِ جہاد بلند نہ کیا جائے۔

۴ - ظالموں سے بدلہ نہ لیا جائے۔

☆ آیت:12 : بندۂ مومن کے ہاتھ سے صادر ہونے والے اعمال کا نقشہ

- بندۂ مومن کا ہر ارادی فعل اللہ اور رسول ؐ کی اطاعت کے سانچے میں ڈھلا ہوتا ہے۔
- اطاعت کے معنی ہیں کسی کی بات غور سے سننا' اس کو اہمیت دینا یا اس کو ماننا ۔ یہ ایک جامع لفظ ہے جو اللہ اور اس کے رسول ؐ کے تمام احکامات یعنی اوامرونواہی (Do's and Don'ts) پر عمل کو ظاہر کرتا ہے۔
- قرآنِ حکیم میں 11 بار اللہ اور اس کے رسول ؐ کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ اللہ اور رسول ؐ کی اطاعت ایک وحدت ہے (النساء:80)۔ اطاعت اصلاً اللہ کی لیکن عملاً رسول ؐ کی ہوتی ہے کیوں کہ وہی اللہ کے نمائندے اور انسانوں کے لئے کامل نمونہ ہوتے ہیں۔ نبی اکرم ؐ کا ارشاد ہے کہ :

''جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے میرے (مقرر کردہ) امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے میرے (مقرر کردہ) امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی''۔ (متفق علیہ)

ایک روایت میں میرے (مقرر کردہ) امیر کے بجائے صرف امیر کے الفاظ آئے ہیں۔ (متفق علیہ۔ مشکوٰۃ حدیث :3491)

- اطاعتِ رسول ؐ کی اہمیت :

ا - اطاعتِ رسول ؐ ایمانِ حقیقی کی نمایاں ترین ظاہری علامت ہے (النساء :65 ' احزاب :36)۔

ارشادِ نبوی ؐ ہے :

'' تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک اس کی خواہشِ نفس اس شریعت کے تابع نہ ہوجائے جو میں لایا ہوں''۔

(شرح السنۃ 'معارف الحدیث جلد اوّل :33)

۲ - جنت میں داخلہ کے لئے اطاعتِ رسول ؐ لازم ہے۔ حدیثِ مبارکہ ہے :

''میرا ہر اُمتی جنت میں داخل ہوگا سوائے اس کے جس نے انکار کیا۔ پوچھا گیا کون ہے جس نے انکار کیا؟ فرمایا جس نے میری اطاعت کی جنت میں داخل ہوگیا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کیا''۔

(بخاری ' ریاض الصالحین حدیث : 158)

۳ - اطاعت رسول ؐ سے گریز نفاق کی علامت ہے۔ سورۃ النساء میں بیان کیا گیا ہے کہ تین اُمور منافقین پر بہت گراں تھے۔ ہجرت، قتال فی سبیل اللہ اور نبی اکرم ؐ کی شخصی اطاعت ۔ یہ ہی وجہ ہے کہ اطاعتِ رسول ؐ پر سب سے زیادہ تاکیدی آیات سورۃ النساء میں آئی ہیں جیسے آیات:59، 64، 65، 69 اور 80 اور رسول ؐ کی نافرمانی پر شدید وعیدیں بیان کی گئی ہیں (آیات : 42، 61، 115، اور 151 - 152)۔ موجودہ دور میں اطاعت رسول ؐ سے فرار کا نتیجہ، انکارِ سنت کے فتنہ کی شکل میں ظاہر ہوا۔ سورۃ النساء کی آیت:61 منافقین کے بارے میں ہے لیکن اس کا کامل اطلاق منکرین سنت پر بھی ہوتا ہے۔ اس فتنہ کا

اندیشہ نبی اکرمؐ نے مندرجہ ذیل احادیث میں ظاہر کیا تھا :

- ''سن لو مجھے قرآن دیا گیا ہے اور اسی کی مانند ایک اور شے۔ اس بات کا اندیشہ ہے کہ ایک پیٹ بھرا شخص اپنی آرام دہ مسند پر بیٹھ کر کہے کہ تم پر صرف قرآن کے حکم کی پابندی لازم ہے، جس شے کو اس میں حلال پاؤ اسے حلال سمجھو اور جس شے کو اس میں حرام پاؤ اسے حرام سمجھو (حالانکہ) بلا شبہ رسولؐ نے بھی حرام ٹھہرایا ہے جیسے اللہ نے حرام ٹھہرایا''۔

(ابوداؤد، مشکوٰۃ حدیث: 155)

- ''ایسا نہ ہو کہ میں تم میں سے کسی کو پاؤں کہ وہ بیٹھا ہوا ہو اپنی آرام دہ مسند پر اور اس کے پاس آئے کوئی حکم میرے احکامات میں سے جس میں، میں نے کسی بات کے کرنے کا کہا ہو یا کسی بات سے روکا ہو اور وہ کہے میں نہیں جانتا۔ ہم تو سی بات کو مانیں گے جسے قرآن میں پائیں گے''۔

(ابوداؤد، مشکوٰۃ حدیث:154)

نوٹ: رسولؐ کا حکم قرآن کے کسی حکم کو منسوخ نہیں کرتا البتہ اس کی وضاحت، اس میں اضافہ یا اس کو کسی خاص صورتِ حال کے لئے مخصوص کرسکتا ہے۔

- سورۃ النساء کی آیت: 59 میں اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کے ساتھ اُولوالامر کی اطاعت کا حکم بھی آیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولُوا الْاَمْرِ مِنْکُمْ''

''اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسولؐ کی اور ان کی جو تم میں سے صاحبِ اختیار ہوں''

اس آیت میں اَطِیْعُوا کے الفاظ اللہ اور رسولؐ کے ساتھ آئے ہیں، اولوالامر کے

ساتھ نہیں۔ گویا مطلق اطاعت صرف اللہ اور رسولؐ کی ہے اور اولوالامر کی اطاعت اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کے تابع ہے۔ حدیث مبارکہ ہے :

''لَاطَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِی مَعْصِیَةِ الْخَالِقِ'' (ترمذی)

ایسے معاملہ میں کسی کی اطاعت نہیں کی جائے گی جس سے خالق کی نافرمانی ہو

- نبی اکرمؐ کے وصال کے بعد آپؐ کی مکمل اطاعت کے لئے خلافت کے ادارے کا قیام ضروری ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپؐ کی حیاتِ مبارکہ میں، آپؐ کی اطاعت چار اُمور میں ہوتی تھی :

۱ - عبادات ۲ - معاملات

۳ - حق و باطل کی کشمکش کے دوران ۴ - باہمی نزاعات کے فیصلوں میں

آج صرف عبادات و معاملات میں اطاعتِ رسولؐ ممکن ہے۔ نظامِ خلافت کے دوران خلیفہ، رسولؐ کے نائب تھے اور آخری دو اُمور میں ان کی اطاعت، اطاعتِ رسولؐ کی قائم مقام تھی۔ یہی وجہ ہے کہ سورہ نور آیت : 55 میں اللہ نے مسلمانوں سے خلافت عطا کرنے کا وعدہ فرمایا ہے لیکن اس سے قبل آیت :54 اور اس کے بعد آیت :56 میں اطاعت رسولؐ کا تذکرہ ہے۔ لہٰذا ہمارے لئے ضروری ہے کہ خلافت کے ادارے کے قیام کے لئے جدوجہد کریں تاکہ اطاعت رسولؐ کے ضمن میں جو کمی ہے اس کے لئے روزِ قیامت رب کے حضور عذر پیش کرسکیں۔

- فَاِنَّمَا عَلٰی رَسُوْلِنَا الْبَلَاغُ الْمُبِیْنُ سے مراد ہے کہ اگر تم نے اطاعت نہ کی تو اللہ کی خدائی میں کوئی کمی واقع نہ ہوگی اور رسول اللہؐ کی ذمہ داری صرف اور صرف واضح طور پر حق کو پہنچا دینا ہے۔ آیت کے اس حصہ میں ہر داعی کے لئے رہنمائی ہے کہ اس کا کام صرف دعوتِ حق پہنچانا ہے منوانا نہیں (کہف:29)۔ یہ احقیقت پیش نظر نہ

ہوتو بعض اوقات داعی بات کومنوانے کے لئے مکمل حق بیان نہیں کرتا یا اپنے اصولوں کوتوڑتا ہے۔

☆ آیت:13 : بندۂ مومن کا اسباب کے بارے میں طرزِ فکر

- اَللّٰہُ لَآاِلٰہَ اِلَّاھُوَ کلمۂ توحید ہے اور توحید کا لب لباب ہے اپنے معاملات اللہ کے حوالے کرکے اُسی کو وکیل بنالینا یعنی اُسی پر توکل واعتماد کرنا (بنی اسرائیل :2)۔
- بندۂ مومن کی تمام امیدیں اور توقعات اللہ ہی سے وابستہ ہوتی ہیں اور اس کا بھروسہ اپنی محنت، ذہانت، منصوبہ بندی، فراہم کردہ اسباب اور مخلوقات پر نہیں بلکہ اللہ پر ہوتا ہے، کیوں کہ وہ یقین رکھتا ہے کہ :

1 - کائنات میں فاعلِ حقیقی اللہ ہے۔ بندہ کسی کام کا ارادہ کرتا ہے لیکن وہ کام ہو نہیں سکتا جب تک اللہ کا اِذن نہ ہو۔ انسان کاسبِ اعمال ہے لیکن خالقِ اعمال اللہ ہے۔

2 - کائنات میں مؤثرِ حقیقی اللہ ہے۔ اشیاء میں تاثیر اُسی نے رکھی ہے اور جب چاہے اِس تاثیر کوختم بھی کرسکتا ہے۔

3 - اسباب اللہ کے پابند ہیں لیکن اللہ اسباب کا پابند نہیں ہے۔ وہ اسباب کے بغیر بھی جو چاہے کرسکتا ہے۔

- سورۂ توبہ آیت:40 اور سورۂ شعراء آیت:62 میں توکل کی اعلیٰ ترین مثالیں بیان کی گئی ہیں۔
- توکل کے ذریعہ انسان ایک مضبوط سہارا تھام لیتا ہے (طلاق:3، آل عمران:173)

کیا ڈر ہے جو ہو ساری خدائی بھی مخالف
کافی ہے اگر ایک خدا میرے لئے ہے

- حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو نبی اکرمؐ نے تاکید فرمائی :

" جب تو سوال کرتو صرف اللہ سے سوال کر، جب تو مدد چاہے تو اللہ ہی سے مدد طلب کر، اور یہ بات جان لے کہ اگر سب لوگ جمع ہوکر تجھے فائدہ پہنچانا چاہیں تو نہیں پہنچاسکتے مگر وہی جو اللہ نے طے کردیا اور اگر وہ جمع ہوکر تجھے نقصان پہنچانا چاہیں تو نہیں پہنچاسکتے مگر وہی جو اللہ نے طے کردیا۔ قلم اٹھائے جاچکے ہیں اور صحیفے خشک ہوچکے ہیں "۔ (ترمذی، ریاض الصالحین حدیث:62)

- توکل کا مطلب یہ نہیں ہے کہ :

1 - محنت نہ کی جائے۔

2 - اسباب فراہم نہ کیے جائیں۔

3 - بغیر اسباب فراہم کیے اللہ کو آزمایا جائے (حضرت عیسیٰؑ کا واقعہ)

4 - حق وباطل کی کشمکش میں فیصلے اسباب کے اعتبار سے نہ کیے جائیں

توکل کے معنی ہیں اسباب فراہم کیے جائیں لیکن بھروسہ اسباب پر نہیں مسبّبُ الاسباب پر کیا جائے۔ (اونٹ کو باندھو پھر توکل کرو)

☆ آیت:14 : بندۂ مومن کا بیوی اور اولاد کے ساتھ رویہ

- تمام رشتوں میں سب زیادہ محبت بیویوں اور اولاد سے ہوتی ہے (آل عمران:14) یہ جبلی محبت ہے جس کا حد سے بڑھنا انسان کو اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کے راستہ پر ڈال دیتا ہے۔ بیویوں اور اولاد کی جائز ضروریات وخواہشات پوری کرنا فرض ہے لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ انسان ہر دم چوکنا رہے کہ اس کے لئے کوئی خلافِ شرع کام نہ کر بیٹھے۔ ایسا نہ ہو کہ دوسروں کی دنیا سنوارنے کے لئے انسان کی اپنی عاقبت خراب ہوجائے۔

- بیویاں اور اولاد اکثر انسانوں کے معبود بن جاتے ہیں اور وہ ان کی خاطر احکامات خداوندی کو پامال کر دیتے ہیں لیکن سوچنا چاہیئے کہ یہ تمام رشتے صرف دنیا کی حد تک ہیں اور روزِ قیامت اللہ کی نافرمانی کرنے والے رشتہ دار اور احباب ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے۔(عنکبوت : 25 ،زخرف : 67،معارج :8- 14 ، عبس: 34-37)
- اِنَّ مِنۡ اَزۡوَاجِکُمۡ وَاَوۡلَادِکُمۡ میں لفظ ''مِنۡ'' ظاہر کرتا ہے کہ تمام بیویاں اور اولادیں دشمن نہیں ہیں۔صالح بیوی کو حدیث میں 'خَیۡرُ الۡمَتَاع ' قرار دیا گیا ہے اور صالح اولاد 'صدقۂ جاریہ' ہے۔
- آیت کے دوسرے حصہ میں توازن کے لئے تین مترادف الفاظ (تَعۡفُوۡ وَ تَصۡفَحُوۡا وَ تَغۡفِرُوۡا)استعمال کیے گئے تا کہ لفظ 'عدوٌ' کی سختی کو **Balance** کیا جاسکے۔ عفو کے معنی ہیں ڈھیل دینا (اُعۡفُوا اللُّحٰی داڑھی بڑھاؤ -بخاری)،صفح کے معنی ہیں نظر انداز کرنا اور غفر کے معنی چھپانا یا ڈھانپ لینا ۔مراد یہ ہے کہ گھر میں بڑی حکمت سے اصلاح کی کوشش کرتے رہو اور اسے میدانِ جنگ نہ بناؤ۔ ہر بات پر ٹوکا نہ کرو بلکہ عفو اور درگزر سے کام لیتے رہو کیوں کہ اللہ بھی معاف اور رحم فرمانے والا ہے۔تم خود بھی طلب گار رہو کہ اللہ تمہیں معاف فرمادے۔(النور : 22)
- اہلِ خانہ کی تربیت ایک تھانہ دار کی نہیں بلکہ ہمدرد کی حیثیت سے اور نرمی وسختی کے متوازن امتزاج کے ساتھ کرنی ہوگی۔انسان بذاتِ خود شریعت کی پابندی کے حوالے سے چوکنا ہے لیکن اہل خانہ کی سوچ کو دینی بنانے کے لئے حکمت کے ساتھ ان کی ذہن سازی کرتا رہے ۔حضرت عیسیٰ ؑ کا قول ہے:'' سانپ کی مانند ہوشیار اور فاختہ کی مانند بے ضرر بنو ''۔

☆ آیت:15: بندۂ مومن کا مال اور اولاد کے بارے میں نقطۂ نظر

- مال اور اولاد کے بارے میں نقطۂ نظر اور خاص طور پر اولاد کے بارے میں منصوبہ بندی سے انسان کی اصل شخصیت ظاہر ہوجاتی ہے۔ایک عام انسان مال اور اولاد کو Asset یعنی سرمایہ سمجھتا ہے لیکن بندۂ مومن انہیں Liabilities یعنی ایسی امانتیں سمجھتا ہے جن کے بارے میں باز پرس ہوگی اور وہ انہیں ایک ذریعۂ آزمائش تصور کرتا ہے۔ان ہی کی خاطر صلاحیتیں لگا کر اللہ کو ناراض بھی کیا جاسکتا ہے اور انہیں کو صدقۂ جاریہ بنا کر اللہ کو راضی بھی کیا جاسکتا ہے۔
- مال و دولت کو نہ بڑھاپے کا سہارا سمجھنا چاہیئے اور نہ ان سے امید لگانی چاہیئے۔ امید اللہ سے اور اسی کی توفیق سے انجام دیے گئے اعمالِ صالحہ سے لگانی چاہیئے (کہف : 46)۔ اللہ کے در کے سوا ہر شے سے مایوسی کا امکان ہے۔ہماری محنتوں کا سب سے بہترین بدلہ اللہ ہی کے پاس ہے۔

☆ آیت:16 : ایمان کے تقاضے ادا کرنے کی دعوت

- اس آیت سمیت قرآنِ حکیم میں چار آیات ہیں جن میں چار چار باتوں کا حکم دے کر فلاح کی نوید دی گئی ہے (آل عمران:200، اعراف :157، حج : 77)

تقوٰی :

- تقوٰی کے لغوی معنی ہیں بچنا (البقرۃ: 24)۔ وَقِنَا کے معنی ہیں تو ہمیں بچا۔ اصطلاحی طور پر تقوٰی کے معنی ہیں اللہ کی نافرمانی سے بچنا یا اللہ کی ناراضگی سے بچنا۔(حضرت ابی بن کعبؓ کی عمدہ وضاحت ایک ایسی گزرگاہ کی مثال کے ذریعہ جس کے دونوں طرف خاردار جھاڑیاں ہوں)۔تقوٰی دراصل ایک باطنی کیفیت کا نام ہے جس کی وجہ سے انسان پر ہر وقت خداخوفی اور اُخروی جواب دہی کا احساس

طاری رہتا ہے۔اسی کو قرآنِ حکیم میں 'لباسُ التقویٰ' کہا گیا ہے۔

- قرآنِ حکیم میں جہاں بھی احکاماتِ شریعت بیان کیے گئے ہیں وہاں تقویٰ پر خصوصی زور دیا گیا ہے کیوں کہ بغیر تقویٰ کے احکاماتِ شریعت میں حیلوں کے ذریعہ چور دروازے نکال لئے جاتے ہیں۔خاص طور پر خاندانی زندگی کی درستگی کے لئے تقویٰ لازمی ہے۔اسی لئے سورۂ طلاق میں خاندانی زندگی کے حوالے سے رہنمائی کے دوران تقویٰ کے موضوع پر بڑی عظیم آیات (2،4،5) بیان کی گئی ہیں۔خاندانی زندگی میں تقویٰ کی اس اہمیت کے پیشِ نظر،خطبۂ نکاح میں نبی اکرمؐ سورۂ آل عمران آیت:102،سورہ ٔنساء آیت:1 اور سورۂ احزاب آیات 70 - 71 کی تلاوت فرماتے تھے۔ان تمام آیات میں تقویٰ کا ذکر ہے۔
- حدیثِ جبرائیل میں جسے 'اُمُّ السُّنّہ' کہا جاتا ہے،معرفتِ ربانی کے تین درجے اسلام' ایمان اور احسان بیان کیے گئے ہیں۔سورۃ المائدہ آیت: 93 کے مطابق، ان درجات کو حاصل کرنے کا ذریعہ تقویٰ ہے۔تقویٰ ہی کے ذریعہ انسان کو اللہ کی قربت نصیب ہوتی ہے(سورۂ حجرات : 13،سورۂ یونس :62-64)
- سورۂ آل عمران آیت : 102 میں فرمایا گیا''اللہ کا تقویٰ اختیار کرو جیسا کہ اس کا تقویٰ اختیار کرنے کا حق ہے''۔اس آیت نے صحابہ کرامؓ کو لرزا دیا کہ کس کے لئے ممکن ہے کہ وہ اللہ کا ایسا تقویٰ اختیار کرے جیسا کہ اس کا تقویٰ اختیار کرنے کا حق ہے۔لہٰذا سورۂ تغابن کی یہ آیت نازل ہوئی جس میں سہولت دی گئی کہ اپنی امکانی حد تک اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔اسی حقیقت کا اظہار قرآن میں بار بار''لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفسًا اِلَّا وُسعَھَا''کے الفاظ سے ہوتا ہے۔سورۂ آل عمران میں اُصولی اور مقصود(Ideal)بات کا ذکر ہے جبکہ سورۂ تغابن میں عملی

(Practical) بات بیان کی گئی ہے۔ہر انسان کی جیسی صلاحیت دنیا کے لئے لگ رہی ہے کم از کم ویسی ہی اللہ کی فرماں برداری کے لئے بھی لگنی چاہیئے۔

وَاسمَعُوا وَاَطِیعُوا:

- سمع وطاعت ایک اہم دینی اصطلاح ہے جس کا بیان قرآنِ حکیم میں چار مرتبہ آیا ہے۔(البقرہ :285،مائدہ :7،نور :51،تغابن :16)
- دینِ اسلام ہمیں ہر اجتماعی ادارے میں سمع وطاعت کا نظم اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے بشرطیکہ اس سے شریعت کی خلاف ورزی نہ ہو۔ اقامتِ دین کے فریضہ کی ادائیگی بغیر اجتماعیت کے ممکن نہیں اور اس اجتماعیت کے لئے بھی منصوص ' مسنون اور ماثور اساس سمع وطاعت ہی ہے۔ نبی کریمؐ کا ارشاد ہے:

اٰمُرُکُم بَخَمسٍ بِالجَمَاعَۃِ وَالسَّمعِ وَالطَّاعَۃِ وَالھِجرَۃِ وَالجِھَادِ فِی سَبِیلِ اللّٰہِ (ترمذی، مسند احمد)

''میں تمہیں پانچ باتوں کا حکم دیتا ہوں جماعت اختیار کرنے کا' سننے کا' اطاعت کرنے کا' ہجرت کرنے کا اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کا''

- نظامِ خلافت کی عدم موجودگی میں قرآن وحدیث کے اس حکم پر عمل کے لئے ایسی اجتماعیت میں شرکت لازم ہے جس کا نظم سمع وطاعت کی اساس پر ہو۔
- سمع وطاعت کے حکم پر عمل کے لئے نبی اکرمؐ نے بیعتِ سمع وطاعت کی سنت جاری فرمائی ورنہ بحیثیت نبی آپؐ کے ہر حکم پر عمل کرنا لازم تھا اور اس کے لئے بیعت لینے کی ضرورت نہ تھی (الاحزاب : 36)۔ایک مضبوط اور مثالی نظم کے قیام کے لئے بیعتِ سمع وطاعت کے حسبِ ذیل مسنون الفاظ عظیم رہنمائی فراہم کرتے ہیں:

''بَایَعنَا رَسُولَ اللّٰہِ ﷺ عَلَی السَّمعِ وَ الطَّاعَۃِ فِی العُسرِ وَالیُسرِ

وَالْمَنْشَطِ وَالْمَكْرَهِ وَعَلٰی اَثْرَةٍ عَلَيْنَا وَعَلٰی اَلاَّ نُنَازِعَ الْاَمْرَ اَهْلَهٗ
وَعَلٰی اَنْ نَّقُوْلَ بِالْحَقِّ اَيْنَمَا كُنَّا لَا نَخَافُ فِی اللّٰهِ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ''

(متفق علیہ)

''ہم نے اللہ کے رسول ؐ کے ہاتھ پر بیعت کی سننے اور ماننے کی، تنگی میں اور آسانی میں، دلی آمادگی اور ناگواری میں اور خواہ کسی کو ہم پر ترجیح دے دی جائے اور ہم ذمہ دار حضرات سے نہیں جھگڑیں گے اور یہ کہ ہم جہاں کہیں ہوں گے حق بات ضرور کہیں گے اور اللہ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہ رکھیں گے''۔

انفاق :

- انفاق کے معنی ہیں کسی شے کو خرچ کرنا یا کھپا دینا۔ جب یہ خرچ اللہ کی دی ہوئی ہدایات کے مطابق کسی کارِ خیر کے لئے کیا جاتا ہے تو اسے انفاق فی سبیل اللہ کہتے ہیں۔ وسیع مفہوم میں انفاق صرف مال خرچ کرنے کے لئے نہیں بلکہ ہر اس شے کو خرچ کرنے کے لئے آتا ہے جس پر انسان کو اختیار حاصل ہو۔ گویا مال کے علاوہ جسمانی صلاحیت، اولاد، املاک وغیرہ کو اللہ کی راہ میں لگانا بھی انفاق فی سبیل اللہ میں شامل ہے۔ (الحدید:7)۔ گویا یہ لفظ جہاد ہی کا مترادف ہے۔ انفاق کے موضوع پر سورۃ البقرہ کے رکوع 36 اور 37 پورے قرآنِ حکیم میں نقطۂ عروج ہیں۔
- انفاق علاج ہے نفاق یا منافقت کا۔ (المنافقون :10)۔ نفاق ضد ہے ایمانِ حقیقی کی۔ دوسرے الفاظ میں ایمانِ حقیقی (جو کہ اس سورۃ کا موضوع ہے) کے حصول کا ذریعہ انفاق ہے۔
- مال اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے ختم نہیں ہوتا بلکہ محفوظ ہو جاتا ہے، حضرت عیسیٰؑ

کے الفاظ ہیں:

''اپنا مال زمین پر جمع نہ کرو، جہاں کیڑا بھی خراب کرتا ہے اور چوری کا بھی خوف ہے بلکہ آسمان پر جمع کرو جہاں نہ کیڑا خراب کرتا ہے، نہ چوری کا خوف ہے اور میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جہاں تمہارا مال ہوگا وہیں تمہارا دل ہوگا''

- انفاقِ مال کا فائدہ انسان ہی کو ملے گا۔ (نبی اکرمؐ کا بکری صدقہ کرنے کا واقعہ)

شح :

- یہ لفظ تنگ نظری، تنگ دلی اور کم حوصلگی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ عام طور پر اسے بخل کا ہم معنی لفظ سمجھ لیا جاتا ہے لیکن یہ بخل سے وسیع بلکہ بخل، حرص، حسد، کینہ جیسی کئی بیماریوں کی جڑ ہے۔ (تفہیم القرآن جلد پنجم سورۂ حشر، حاشیہ : 19)
- نبی کریمؐ کے ارشادات ہیں :

1- ''شح سے بچو کیوں کہ شح ہی نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کیا۔ اسی نے ان کو ایک دوسرے کے خون بہانے اور دوسروں کی حرمتوں کو اپنے لئے حلال کر لینے پر اُکسایا''۔ (بخاری)

2- ''تین چیزیں ہیں جو نجات دلانے والی ہیں، اور تین ہی چیزیں ہیں جو ہلاک کرنے والی ہیں، پس نجات دلانے والی تین چیزیں تو یہ ہیں:
- خوفِ خدا خلوت میں اور جلوت میں (یعنی ظاہر میں اور باطن میں)
- حق بات کہنا خوشی میں اور غصّہ میں
- میانہ روی خوشحالی میں اور تنگدستی میں

اور ہلاک کرنے والی تین چیزیں یہ ہیں:
- وہ خواہشِ نفس جس کی پیروی کی جائے

- جی کی وہ لالچ (شح) جس کی اطاعت کی جائے
- آدمی کی خود پسندی کی عادت اور یہ ان سب میں زیادہ سخت ہے"۔

(بیہقیؒ -معارف الحدیث جلد دوم:87)

- **اَللّٰھُمَّ قِنِی شُحَّ نَفْسِی** اے اللہ مجھے بچالے جی کے لالچ سے

(طواف کے دوران ایک صحابی کی مسلسل دعا)

☆ آیت:17 :

- انفاق فی سبیل اللہ کے لئے دو مدات ہیں۔ بندوں کی احتیاج پوری کرنے کے لئے جو مال خرچ کیا جاتا ہے اسے صدقہ کہا جاتا ہے اور اللہ کے دین کی تبلیغ اور غلبے کے لئے خرچ کیے جانے والے مال کو قرضِ حسنہ۔ ایسے مال کے لئے اللہ بڑھا چڑھا کر لوٹانے اور اس کی وجہ سے گناہوں کو معاف فرمانے کا وعدہ فرماتا ہے۔
- شکور کی صفت بندہ کے لئے آئے تو معنی ہوں گے احسان منداور اللہ کے لئے آئے تو معنی ہوں گے قدردان۔ حلیم کے معنی ہیں بردبار۔ فرماں برداروں کے لئے اللہ شکور یعنی بہترین قدر دان ہے اور نافرمانوں کے لئے حلیم ہے یعنی انہیں فوراً نہیں پکڑتا بلکہ اصلاح کی مہلت دیتا ہے۔

☆ آیت:18 :

غیب اور شہادہ کی تقسیم ہمارے لئے ہے اللہ کے لئے نہیں۔ وہ بخوبی جانتا ہے کہ کون صاحبِ ایمان وعمل ہے۔ وہ عزیز ہے یعنی اختیارِ مطلق رکھتا ہے لیکن اپنے اختیار کو کمالِ حکمت کے ساتھ استعمال کرتا ہے کیوں کہ وہ حکیم بھی ہے۔

ذَاقَ طُعْمَ الْاِیْمَانِ مَنْ رَضِیَ بِاللّٰہِ رَبًّا وَّ بِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّ بِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا

اس نے ایمان کا ذائقہ چکھ لیا جو اللہ کو رب، اسلام کو دین اور حضرت محمد ﷺ کو رسول مان کر راضی و مطمئن ہو گیا (مسلم)

منتخب نصاب حصّہ دوم

درسِ پنجم: سورۂ قیامہ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ O بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ O
لَآ اُقْسِمُ بِیَوْمِ الْقِیٰمَۃِ O وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَۃِ O اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَہٗ O بَلٰی قٰدِرِیْنَ عَلٰٓی اَنْ نُّسَوِّیَ بَنَانَہٗ O بَلْ یُرِیْدُ الْاِنْسَانُ لِیَفْجُرَ اَمَامَہٗ O یَسْئَلُ اَیَّانَ یَوْمُ الْقِیٰمَۃِ O فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ O وَخَسَفَ الْقَمَرُ O وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ O یَقُوْلُ الْاِنْسَانُ یَوْمَئِذٍ اَیْنَ الْمَفَرُّ O كَلَّا لَا وَزَرَ O اِلٰی رَبِّکَ یَوْمَئِذِنِ الْمُسْتَقَرُّ O یُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ یَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ O بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِہٖ بَصِیْرَۃٌ O وَّلَوْ اَلْقٰی مَعَاذِیْرَہٗ O لَا تُحَرِّکْ بِہٖ لِسَانَکَ لِتَعْجَلَ بِہٖ O اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَہٗ وَقُرْاٰنَہٗ O فَاِذَا قَرَاْنٰہُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَہٗ O ثُمَّ اِنَّ

عَلَیْنَابَیَانَه‘ O کَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَO وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَO وُجُوْهٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ O اِلٰی رَبِّهَا نَاظِرَةٌ Oوَوُجُوْهٌ یَّوْمَئِذٍ م بَاسِرَةٌO تَظُنُّ اَنْ یُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ O کَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِیَ O وَقِیْلَ مَنْ سکتہ رَاقٍO وَظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ O وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ O اِلٰی رَبِّکَ یَوْمَئِذِ ن الْمَسَاقُ O فَلاَ صَدَّقَ وَلَا صَلّٰی O وَلٰکِنْ کَذَّبَ وَ تَوَلّٰیO ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰٓی اَهْلِهٖ یَتَمَطّٰی O اَوْلٰی لَکَ فَاَوْلٰی O ثُمَّ اَوْلٰی لَکَ فَاَوْلٰی O اَیَحْسَبُ الْاِ نْسَانُ اَنْ یُّتْرَکَ سُدًیO اَلَمْ یَکُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِیٍّ یُّمْنٰی Oثُمَّ کَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰیO فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَیْنِ الذَّکَرَ وَالْاُنْثٰیOاَلَیْسَ ذٰلِکَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓی اَنْ یُّحْیِ َ الْمَوْتٰیO

☆ ترجمه :

لَآ اُقْسِمُ بِیَوْمِ الْقِیٰمَةِ -- نہیں ! میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی -- وَلَآاُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ -- اورنہیں ! میں قسم کھاتا ہوں ملامت کرنے والے ضمیرکی -- اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَه‘ -- کیاانسان یہ خیال کرتا ہے کہ ہم اُس کی (بکھری ہوئی) ہڈیاں جمع نہیں کریں گے؟ -- بَلٰی -- کیوں نہیں! -- قَادِرِیْنَ عَلٰٓی اَنْ نُّسَوِّیَ بَنَانَه‘ -- ہم اس بات پر بھی قادر ہیں کہ اُس کی پور پور درست کردیں -- بَلْ یُرِیْدُالْاِنْسَانُ لِیَفْجُرَاَمَامَه‘ -- مگرانسان چاہتا ہے کہ آئندہ بھی نافرمانی کرتارہے -- یَسْئَلُ اَیَّانَ یَوْمُ الْقِیٰمَةِ -- پُوچھتا

ہے (طنزاً) قیامت کادن کب آئے گا؟ -- فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ -- جب آنکھیں چندھیاجائیں گی -- وَخَسَفَ الْقَمَرُ -- اورچاند گہناجائے گا -- وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ -- اورسورج اورچاندجمع کردیے جائیں گے -- یَقُوْلُ الْاِنْسَانُ یَوْمَئِذٍ اَیْنَ الْمَفَرُّ -- اُس دن انسان کہے گا کہ کہیں ہے بھاگنے کی جگہ ؟ -- کَلَّا -- ہرگزنہیں! -- لَا وَزَرَ -- کہیں پناہ نہیں -- اِلٰی رَبِّکَ یَوْمَئِذِ ن الْمُسْتَقَرُّ -- اُس روز تیرے پروردگارہی کے پاس ٹھکانہ ہے -- یُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ یَوْمَئِذٍ م بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ -- بتادیاجائے گا اُس دن انسان کوجو(عمل) اُس نے آگے بھیجااورجو پیچھے چھوڑا -- بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِهٖ بَصِیْرَةٌ -- بلکہ انسان آپ اپنا گواہ ہے -- وَلَوْ اَلْقٰی مَعَاذِیْرَه‘ -- اگرچہ معذرتیں کرتارہے -- لَا تُحَرِّکْ بِهٖ لِسَانَکَ لِتَعْجَلَ بِهٖ -- اور (اے نبی ؐ نزولِ وحی کے دوران) اپنی زبان کو تیزی سے حرکت نہ دیں کہ اس (قرآن) کوجلدی سے یادکرلیں -- اِنَّ عَلَیْنَاجَمْعَه‘ وَقُرْاٰنَه‘ -- اس کاجمع کرنااور پڑھاناہمارے ذمہّ ہے -- فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَا تَّبِعْ قُرْاٰنَه‘ -- جب ہم وحی کریں توتم (اس کوسُنا کرواور) پھراسی طرح پڑھا کرو -- ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَابَیَانَه‘ -- پھراس کی وضاحت کرنا بھی ہمارے ذمہّ ہے -- کَلَّا -- ہرگزنہیں! -- بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ -- بلکہ (اے لوگو!) تم دنیاسے محبت کرتے ہو -- وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ -- اورآخرت کوچھوڑ بیٹھے ہو -- وُجُوْهٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ -- (حالانکہ) اُس دن کچھ چہرے تروتازہ ہوں گے -- اِلٰی رَبِّهَا نَاظِرَةٌ -- (اور)

اپنے پروردگار کی طرف دیکھتے ہوں گے -- وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ ۢ بَاسِرَةٌ -- اور کچھ
چہرے اُس دن اُداس ہوں گے -- تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ -- خیال کریں
گے کہ اُن پر کمر توڑ مصیبت واقع ہونے کو ہے -- كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ -- ہرگز
نہیں! جب جان گلے تک پہنچ جاتی ہے -- وَقِيْلَ مَنْ سکتہ رَاقٍ -- اور کہا جاتا ہے
کوئی ہے جھاڑ پھونک کرنے والا -- وَظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ -- اور اُس (مرنے
والے) نے سمجھا کہ اب جدائی ہے -- وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ -- اور پنڈلی
لپٹ جاتی ہے پنڈلی سے -- اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ ۨالْمَسَاقُ -- اُس دن
(خواہی نخواہی) تیرے پروردگار کی طرف ہی جانا ہے -- فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى
-- پس نہ اُس نے تصدیق کی (اللہ کے کلام کی) اور نہ نماز پڑھی -- وَلٰكِنْ كَذَّبَ
وَ تَوَلّٰى -- بلکہ جھٹلایا اور رُخ پھیرلیا -- ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰى -- پھر
چل دیا اپنے گھر والوں کی طرف اکڑتا ہوا -- اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى -- افسوس
ہے تجھ پر پھر افسوس ہے -- ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى -- پھر افسوس ہے تجھ
پر پھر افسوس ہے -- اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى -- کیا انسان
خیال کرتا ہے کہ یوں ہی چھوڑ دیا جائے گا؟ -- اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى
-- کیا وہ منی کا ایک قطرہ نہ تھا جو رحم میں ڈالا جاتا ہے ؟ -- ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ
فَسَوّٰى -- پھر وہ ہو گیا جونک کی مانند (چپکا ہوا) تو اُسے بنایا اور سنوارا --
فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى -- پھر اُس سے دو جوڑے بنائے یعنی مرد
اور عورت -- اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى -- کیا اُس کو

اِس بات پر قدرت نہیں کہ مُردوں کو زندہ کر سکے؟

☆ تمہیدی نکات :

ا - منتخب نصاب کے حصّہ دوم کا درسِ پنجم سورۂ قیامہ پر مشتمل ہے ۔

۲- سورۂ قیامہ کا موضوع ہے ''وقوعِ قیامت''۔ اس سورۃ میں وقوعِ قیامت کے دلائل، قیامت کی علامات اور اس کے احوال بیان کیے گئے ہیں۔ سورۂ قیامہ قرآنِ حکیم کی ان چند سورتوں میں سے ہے جن کے نام اور موضوع میں مطابقت پائی جاتی ہے۔

۳ - موضوع کی اہمیت:

ایمانیات میں سے بنیادی اہمیت ایمان باللہ کو حاصل ہے۔ قانونی وفقہی طور پر اہمیت کا حامل ایمان بالرسالت ہے یعنی مسلمان صرف وہی ہے جو رسول کی بیان کردہ تمام تعلیمات پر ایمان لانے کا اقرار کرے۔ لیکن عملی اعتبار سے موثر ترین ایمان، ایمان بالآخرت ہے۔ انسان کے عمل پر سب سے زیادہ اثر انداز یہ احساس ہوتا ہے کہ اُس کا ہر عمل محفوظ کیا جا رہا ہے اور ہر عمل کی باز پُرس ہوگی۔ یہ احساس جتنا گہرا ہوگا اتنا ہی انسان کا عمل درست ہوتا چلا جائے گا اور معاشرے کی بھی اصلاح ہوگی۔

۴ - وقوعِ قیامت کے لئے دلائل :

اس سورۃ میں وقوعِ قیامت کے لئے تین طرح کے دلائل دیئے گئے ہیں :

i - دلیلِ خطابی :

اللہ نے قسم کھا کر قیامت کے یقینی ہونے کی گواہی دی ہے۔ اسے دلیلِ خطابی کہتے ہیں۔ اس دلیل میں اصل وزن قسم کھانے والی ہستی کی ذات اور اس کے یقین کا ہوتا ہے۔ قرآنِ حکیم کو کلامِ الٰہی نہ ماننے والوں کے لئے قسم میں دلیل نبی اکرمؐ کی شخصیت ہے جن کی سچائی اور اعلیٰ سیرت و کردار کے معترف بدترین دشمن بھی تھے۔

ii - دلیلِ اخلاق :

انسان کے باطن میں نیکی و بدی کا شعورا وراس کے نتیجے میں پیدا ہونے والے متضاد احساسات اس بات پر دلیل ہیں کہ نیکی کا اچھا اور برائی کا برا بدلہ مل کر رہے گا۔

iii - اللہ کی صفتِ قدرت :

اللہ ہر شے پر قادر ہے لہٰذا مُردوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قدرت رکھتا ہے۔ یہ ایسے لوگوں کے لئے دلیل ہے جو اللہ کو تو مانتے ہیں لیکن مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جانے کو ناممکن قرار دیتے ہیں۔

۵ - سورۂ قیامہ قرآنِ حکیم کے خطیبانہ اسلوب کا شاہکار ہے۔قرآنِ حکیم کا اسلوب نہ نثر جیسا ہے اور نہ ہی شاعرانہ ، بلکہ خطیبانہ ہے۔ ہر سورۃ اللہ کا ایک خطبہ ہے۔خطیبانہ اسلوب کی نمایاں خصوصیات حسبِ ذیل ہوتی ہیں :

i- ابتدائی اور آخری حصہ انتہائی اہمیت کا حامل ہوتا ہے ۔

ii-تحویلِ خطاب ہوتا ہے یعنی مخاطبین بدلتے رہتے ہیں اور کبھی حاضر کو غائب یا کبھی غائب کو حاضر تصور کر کے گفتگو کی جاتی ہے۔

iii- سوالات واعتراضات کو بیان کئے بغیر اس انداز میں جواب دیا جاتا ہے کہ سننے والا سوالات واعتراضات کو خود ہی سمجھ لیتا ہے۔

iv- بیان میں دلیل دراصل خطیب کا یقین اور کردار ہوتی ہے ۔

٦ - سورۂ تغابن اور سورۂ قیامہ کے اسلوب کا موازنہ :

سورۂ تغابن مدنی جبکہ سورۂ قیامہ ابتدائی مکی دور کی سورۃ ہے ۔سورۂ تغابن حجم کے اعتبار سے سورۂ قیامہ سے بڑی ہے لیکن سورۂ تغابن میں 18 آیات ہیں جبکہ سورۂ قیامہ میں 40۔اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابتدائی مکی دور کی سورتوں میں آیات چھوٹی لیکن روانی ، جوش اور صوتی آہنگ یعنی آیات کے آخر میں قوافی اور فواصل کا

لحاظ بہت نمایاں ہے۔اس اسلوب کو پہاڑی دریا کے جوش وخروش سے نسبت دی جاسکتی ہے۔مکی دور کے آخر کی اور مدنی سورتوں میں آیات بڑی لیکن روانی کم اور جوش دھیما ہوتا ہے، جیسے میدانی دریا کا بہاؤ دھیما اور پُرسکون ہوتا ہے۔

آیات پر غور و فکر

☆ آیت :1 :

’لا‘ لائے منفصل ہے ۔ نہیں ! -- قیامت ایسی یقینی حقیقت ہے کہ میں اس پر قسم کھاتا ہوں۔’لا‘ درحقیقت انکارِ آخرت یا اقرار کے پردے میں انکارِ آخرت کے تمام تصورات، اعتراضات اور شکوک وشبہات کی نفی کر رہا ہے۔انکارِ آخرت کی دو صورتیں ہیں :

ا - آخرت کا صاف انکار:

-- کیسے ممکن ہے کہ بوسیدہ اور ریزہ ریزہ ہو جانے والی ہڈیوں کو دوبارہ زندہ کیا جاسکے (مومنون :35-37 ، بنی اسرائیل :49-51،سبا: 7-8،واقعہ :47-48)

-- وقوعِ قیامت کے بارے میں شکوک وشبہات (جاثیہ :32)

۲ - اقرار کے پردے میں انکارِ آخرت: ایمان بالآخرت کی افادیت باقی نہیں رہتی یعنی انسان کے عمل کی اصلاح نہیں ہوتی

-- شفاعت باطلہ کا عقیدہ۔ (یونس :18، زمر : 43 - 44)

-- اللہ کی صرف شانِ رحمت کو پیشِ نظر رکھنا۔

وَ لَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ (لقمان :33، فاطر :5، حدید :14)

عصیاں سے کبھی ہم نے کنارہ نہ کیا — پر تُو نے دل آزردہ ہمارا نہ کیا
ہم نے تو جہنم کی بہت کی تدبیر — پر تری رحمت نے گوارا نہ کیا

اللہ نے قرآنِ حکیم میں کئی مقامات پر اس گمراہی کی نفی کی ہے ۔

(انفطار :6 - 14،ص :28،جاثیہ :21 ،قلم :35 - 38)

-- نسلی تفاخر یا انبیاء کے ساتھ نسبت کی وجہ سے نجاتِ اخروی کی امید۔

(بقرۃ: 80 ،مائدہ: 18)

خوار ہیں بدکار ہیں ڈوبے ہوئے ذلت میں ہیں
کچھ بھی ہیں مولا تیرے محبوب کی امت میں ہیں

-- دنیوی آسائش و دولت کو اللہ کے راضی ہونے کی علامت سمجھنا اور اس بنیاد پر آخرت میں بھی اچھے بدلہ کی توقع رکھنا۔ (کہف: 32 - 36 ،حم السجدہ: 50)

-- عمل میں تاخیر کرنا۔ (حدید: 14)

☆ آیت: 2 :

- ''لا'' لائے منفصل ہے ۔ نہیں ! -- قیامت ایسی یقینی حقیقت ہے کہ میں اس کے لئے قسم کھاتا ہوں ملامت کرنے والے نفس کی۔ جسم اور روح کی کشمکش کے حوالے سے نفسِ انسانی کی تین کیفیات ہوسکتی ہیں:

i - نفسِ امارہ-- برائی کی طرف مائل -- جسم روح پر غالب (یوسف: 53)

ii - نفسِ مطمئنّہ --نیکی کی طرف مائل --روح جسم پر غالب (فجر: 27)

iii- نفسِ لوّامہ-- ملامت کرنے والا/ضمیر--روح اور جسم کے درمیان کشمکش جاری

- انسان ہر عمل کے بعد ضمیر کی عدالت میں پیش ہوتا ہے۔نیکی پر اطمینان اور برائی پر خلش محسوس کرتا ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ایک روز حساب کتاب ہوگا۔
- قسم کا جواب یا مقسم علیہ محذوف ہے یعنی اِنَّ الدِّیْنَ لَوَاقِعٌ (ذاریات: 6)

☆ آیات: 3 - 4 :

- اس آیت میں قدرتِ خداوندی کے بارے میں انسان کی غلط فہمی کی نفی ،جمع کا صیغہ استعمال کرکے، بڑے شاہانہ وجلالی اسلوب میں کی گئی ہے۔
- ہر انسان کی انگلیوں کے پور مختلف ہوتے ہیں ۔اللہ کی صفتِ قدرت کا کمال ہے کہ

ہر انسان کی انگلیوں کا پور پور درست کردیا جائے گا۔

☆ آیت: 5 :

فَجَرٌ کے معنی ہیں پھٹ پڑنا' بے قابو ہوجانا اور فَاجِرٌ کے معنی ہیں حُدود اللہ کو توڑنے والا۔انسان کے انکارِ آخرت کی ایک وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ کی نافرمانی سے حاصل ہونے والے نقد فوائد، لذتوں اور عیاشیوں کو چھوڑنا نہیں چاہتا۔لہٰذا وہ آخرت کا انکار کرکے حقیقت کا سامنا اُسی طرح نہیں کرنا چاہتا جیسے کبوتر بلی کو دیکھ کر آنکھیں بند کرلیتا ہے۔

☆ آیات: 6 - 12 :

- ان آیات میں طنزیہ سوال کا اُسی لہجہ (**Tone**) میں پُرعتاب جواب دیا گیا ہے۔
- یہاں روزِ قیامت برپا ہونے والی تباہی کی نقشہ کشی کی گئی ہے جس کی مزید تفصیلات سورۂ تکویر، سورۂ انفطار، سورۂ انشقاق اور سورۂ قارعہ کے آغاز میں بیان کی گئی ہیں۔
- ان آیات میں روزِ قیامت ایک غافل انسان کی حسرت و بے بسی کا بیان ہے۔

(انبیاء: 97 ،ابراہیم: 42-43 ،یٰس: 52 ،قمر: 6-8 ،معارج: 43-44)

☆ آیت: 13 :

تقدیم و تاخیر کے دو مفہوم ہیں:

i - دنیوی زندگی میں انسان نے کس چیز کو ترجیح دی اور کس چیز کو پس پشت ڈال دیا۔

ii - انسان نے کیا عمل آگے بھیجا اور کیا پیچھے چھوڑا۔انسان کا عمل خواہ اچھا ہو یا برا ایک طرف اللہ کے ہاں جا کر محفوظ ہوجاتا ہے اور دوسری طرف اس کے اثرات دنیا میں رہتے ہیں (یٰس: 12)۔اچھا عمل صدقۂ جاریہ اور برا عمل عذابِ جاریہ کا باعث ہوتا ہے۔

☆ آیات: 14 - 15 :

انسان کا باطن اس کے اعمال کی حقیقت سے واقف ہے اگرچہ ممکن ہے کہ خارج میں وہ اپنے

برے سے برے عمل کی خوبصورت تاویل کر کے اعتراض کرنے والوں کو خاموش کرا دے۔

☆ آیات : 16 - 19 :

- جمع وتدوینِ قرآن کے ضمن میں یہ آیات انتہائی اہمیت کی حامل ہیں۔ نبی اکرمؐ کو قرآنِ مجید کے ساتھ حد درجہ کی محبت تھی۔ آپؐ کو نزولِ وحی کا شدت سے انتظار رہتا اور جب وحی نازل ہو رہی ہوتی تو آپؐ تیز تیز پڑھ کر اسے یاد کرنے کی کوشش فرماتے۔ اللہ نے آپؐ پر فضلِ عظیم فرمایا اور وعدہ فرمایا کہ قرآنِ حکیم کا آپؐ کو حفظ کرا دینا، آپؐ کی زبانِ مبارک سے اس کی تلاوت کرا کر اس کی تدوین کرانا اور آپؐ کے ذریعہ اس کی وضاحت کرانا ہمارے ذمہ ہے۔
- قرآنِ حکیم کی حفاظت اور جمع وتدوین حسب ذیل مراحل میں ہوئی :

۱- قرآنِ حکیم نبی اکرمؐ کے سینۂ مبارک میں محفوظ کر دیا گیا اور حضرت جبرائیلؑ کے ساتھ آپؐ ہر سال رمضان میں نازل شدہ قرآن کا ترتیب کے ساتھ دورہ فرماتے رہے۔ حیاتِ مبارکہ کے آخری سال آپؐ نے دو بار حضرت جبرائیلؑ کے ساتھ دورۂ قرآن فرمایا (بخاریؒ)۔

۲- نبی اکرمؐ نے صحابۂ کرامؓ کی کثیر تعداد کو قرآنِ حکیم حفظ کروایا۔

۳- آپؐ سورتوں اور آیات کے مقام کے تعین کے ساتھ قرآنِ حکیم کی کتابت بھی کراتے رہے۔ یہ کتابت پتھر کی پتلی تختیوں، چمڑے کے پتلے ٹکڑوں، درخت کی چھالوں اور چوڑی ہڈیوں پر کی جاتی رہی۔ البتہ آپؐ کے دور میں مکمل قرآنِ حکیم ایک کتابی نسخے کی صورت میں جمع نہیں کیا گیا۔

۴- حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دورِ خلافت میں قرآنِ حکیم کو کتابی صورت میں یکجا کیا گیا۔ یہ عظیم کام حضرت زید بن ثابتؓ کی قیادت میں ایک کمیٹی نے کیا۔

۵- حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں زید بن ثابتؓ ہی کی قیادت میں ایک کمیٹی

نے قرآنِ حکیم کو قریش کے لہجہ کے مطابق ایک رسم الخط میں تحریر کیا اور اس کی سات نقول اہم شہروں میں بطور **Reference** رکھوا دی گئیں۔

٦- قرآنِ حکیم قیامت تک کے لئے محفوظ ہے کیوں کہ اس کی حفاظت اللہ نے اپنے ذمہ لے رکھی ہے (الحجر :9)۔ ہر دور میں لاکھوں افراد کا حافظِ قرآن ہونا، حفاظتِ قرآن کا ایک حیرت انگیز ذریعہ ہے۔

- مضامینِ قرآنِ حکیم کی وضاحت کے دو ذرائع ہیں:

۱- بذاتِ خود قرآن نے محکم آیات اور بعض اُمور کی تفسیر کی (اَلْقُرْاٰنُ یُفَسِّرُ بَعْضُهٗ بَعْضًا -- قرآن کا ایک حصہ دوسرے کی وضاحت کرتا ہے)

۲- نبی اکرمؐ نے اپنے عمل یعنی سنت اور احادیثِ مبارکہ سے قرآنِ حکیم کے مضامین کی وضاحت فرمائی۔ (نحل : 44،64)

- مندرجہ بالا مراحل وذرائع سے اللہ نے نہ صرف قرآن کے متن کی حفاظت کی بلکہ اس کے مفہوم کی بھی حفاظت کا ذمہ لیا۔ (حجر :9 ، حم السجدہ :42)
- ان آیات کا سورۃ کے موضوع سے تعلق یہ ہے کہ جو اللہ وحی کے الفاظ کو فضا میں تحلیل ہونے کے بعد نبی اکرمؐ کے سینہ میں محفوظ فرما کر آپ کی زبانِ مبارک سے جاری کرا سکتا ہے وہ مرنے کے بعد انسان کو دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے اور اس کے منہ سے نکلے ہر قول اور اس کی ذات سے صادر ہونے والے ہر عمل کو بھی جمع کر رہا ہے اور ایک وقت آئے گا کہ یہ سب کچھ انسان کے سامنے پیش کر دیا جائے گا۔

☆ آیات :20 - 21 :

قرآنِ کریم سے محبت کے حوالے سے نبی اکرمؐ کی عجلت کو بیان فرما کر انسان کی ایک کمزوری یعنی عجلت پسندی کا ذکر کیا گیا۔ عجلت پسندی کا عنصر انسان کی تخلیق میں ہے (بنی اسرائیل :11، انبیاء: 37)۔ انبیاءِ کرام بھی خیر کے کاموں میں اس کا اظہار

کر دیتے تھے جس پر اللہ نے انہیں متوجہ فرمایا (طٰہٰ : 83 -84، 114)۔ عجلت پسندی کے نتائج نقصان دہ ہوتے ہیں۔ اِسی کی مکروہ ترین شکل حبِّ عاجلہ یعنی دنیا پرستی ہے اور انسانوں کی اکثریت اس میں مبتلا ہو کر اللہ اور آخرت کو بھلا دیتی ہے۔

☆ آیات: 22 - 25 :

میدانِ حشر میں انسانوں کے اعمال کے نتائج چہروں پر عیاں ہوں گے۔ اعلیٰ نصب العین کے لئے زندگی بسر کرنے والوں کے چہرے تر و تازہ ہوں گے اور وہ دیدارِ الٰہی کی لذت سے شادکام ہوں گے۔ غفلت میں پڑے رہنے والوں کے چہرے انتہائی اداس اور گرد آلود ہوں گے۔ (آلِ عمران : 106، عبس : 38-42، غاشیہ : 2-3 اور 8-9)۔

☆ آیات: 26- 30 :

حدیثِ نبویؐ ہے مَنْ مَّاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِيَامَتُهٗ --- جو مر گیا اس کی قیامت تو قائم ہوگئی (نسائی)۔ گویا موت قیامتِ صغریٰ ہے۔ اس آیت میں قیامتِ صغریٰ یعنی انسان پر موت کے وقت، عالمِ نزع کی کیفیت بیان کی گئی ہے (واقعہ : 83-87)۔

اربابِ ستم کی خدمت میں اتنی سی گزارش ہے میری
دنیا سے قیامت دور سہی دنیا کی قیامت دور نہیں

☆ آیات: 31 - 35 :

- اس آیت میں آخرت کو جھٹلانے والے ایک متکبر انسان کے طرزِ عمل کا نقشہ بیان کیا گیا ہے۔
- تصدیق سے مراد ہے ایمان جس کا مظہرِ اوّل ہے نماز۔ تصدیق کی ضد ہے تکذیب اور نماز کی ضد ہے رُخ پھیر لینا۔
- آیات 34 - 35 میں آخرت کو جھٹلانے والے کے لئے شدید ترین اظہارِ

غیظ و غضب ہے۔ اَوْلٰی مونث ہے ویل کی جس کے معنی ہیں تباہی و بربادی۔ جہنم کی ایک وادی کا نام بھی ویل ہے جس میں اتنا شدید عذاب ہوگا کہ جہنم کا باقی حصہ اُس سے پناہ مانگے گا (ترمذی، مسندِ احمد)۔

☆ آیات : 36 - 40 :

- سورۃ کے آخر میں وہی مضمون بیان کیا گیا ہے جس سے سورۃ کی ابتدا ہوئی تھی۔
- انسان بے قید نہیں چھوڑ دیا گیا بلکہ حساب کتاب ہوگا۔ (مومنون : 115)
- اللہ انسان کی تخلیق کو گندے پانی کی بوند سے تکمیل تک درجہ بہ درجہ پہنچاتا ہے۔ اِسی سے عورت اور مرد دونوں کی تخلیق کرتا ہے حالانکہ دونوں کے مزاج اور ساخت میں کتنا فرق ہے۔ کیا وہ اللہ انسان کی دوبارہ تخلیق پر قادر نہیں؟۔

(حج : 5-7، مومنون : 12-16، ق : 15)

نبی اکرم ﷺ جب سورۂ قیامہ کی آخری آیت اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى تلاوت فرماتے تو جواب میں ارشاد فرماتے :

بَلٰى وَ اَنَا عَلٰى ذٰلِكَ مِنَ الشَّاهِدِيْنَ (بخاری)